سلسلہ ثانی
فسانۂ لندن
ترجمہ مسٹریز آف لنڈن
1952
Checked 1965
CHECKED
مترجمہ تیرتھ رام فیروزپوری
حقوق محفوظ

سلسلہ ثانی　　　چودھویں جلد

فسانۂ لندن

منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری

ایڈیٹر

رسالہ ترجمان لاہور

۱۹۲۰ء

لال برادرس

۷ پارسنز روڈ۔ نولکھا۔ لاہور

جارج سٹیم پریس لاہور میں باہتمام لالہ بشیشر داس پرنٹر چھپا

اشاعت اول　　　قیمت　　　حقوق محفوظ

۶۴
۱۲ ز

فہرست مطالب

سلسلۂ ثانی

فسانۂ لندن

چودھویں جلد

باب ۱۲۸ ابتری سے خوشحالی

شاہراہ پر پہنچنے تک پرڈیٹا یا اُس کی ماں نے ایک بھی لفظ ایک دوسرے سے مخاطب ہوکر نہیں کہا۔ مگر جس وقت وہ سڑک پر چلنے لگیں۔ اور پھر ایک بار لندن کا رخ کر لیا۔ تو بوڑھی عورت فاتحانہ انداز سے کہنے لگی "یہ بھی ہماری خوش نصیبی تھی۔ کہ اُس جیسی عورت سے ملاقات ہوگئی"

"بے شک اماں" پرڈیٹا نے جوابدیا "کیونکہ اس ذریعہ سے ہمیں عمدہ کھانا مل گیا"

"بے وقوف لڑکی" بوڑھی عورت نے جلدی سے کہا "میرا اشارہ حبشی عورت کے ان کلمات کی طرف تھا۔ جو وہ نیم بے خبری کی حالت میں کہتی رہی۔ جو بہت سی عجیب و غریب باتیں اُس نے بظاہر اپنے دل سے مخاطب ہوکر کہی تھیں کیا تم نے اُن کو نہیں سنا؟ یا کیا تمہیں یہ خیال نہیں آیا۔۔۔"

"بے شک میں نے اس کی باتیں سنی تھیں" پرڈیٹا نے قطع کلام کرکے کہا۔ "خصوصاً اس نے اُس نوجوان کا ذکر جن لفظوں میں کیا۔ اُن کا اثر مجھ پر ایسا ہوا گویا

رگوں میں بجلی سرایت کر گئی۔"

بڑھیا کو یکایک کچھ خیال آیا اور وہ کہنے لگی" آہ! کیا تم اس شکیل نوجوان کی کیفیت سن کر خوش ہوئی تھیں؟ پرڈیٹا میں یقین دلاتی ہوں۔ کہ وہ دن دور نہیں جب یہی نوجوان تمہارے تبسم کا خواستگار ہو کر تمہارے قدموں میں دوزانو ہوگا"

پرڈیٹا یہ سنکر دل میں بکمال خوش ہوئی۔ مگر بے اعتباری کے لہجہ میں کہنے لگی"۔ اماں معلوم ہوتا ہے اس بوڑھی جیسی عورت کی طرح اب تمہارے حواس بھی جواب دے چلے ہیں۔ تم نے کبھی اس جوان کی صورت تک نہیں دیکھی۔۔۔ تم اس سے مطلق شناسا نہیں ہو۔ مگر اس کے باوجود۔۔"

"کیا کہتی ہو؟ میں اس کی شناسا نہیں!" بڑھیا نے حقارت آمیز لہجہ میں کہا "پرڈیٹا یقین جانو۔ مجھے اس جوان کی نسبت اتنی معلومات حاصل ہو گئی ہیں۔ کہ اگر چاہوں تو سارے خاندان کو دوزانو ہو کر تم کا خواستگار بنا سکتی ہوں میں تمہارے سامنے مسٹر ہیٹ فیلڈ لیڈی جارجیانہ اور ان کے اس بھانجے سے طرح طرح دا کر اس بات کی التجا کرا سکتی ہوں۔ کہ ہم خاموش رہیں۔۔"

"پھر کیا تم حقیقت میں اس جیسی عورت کی بڑ کو درست جانتی ہو؟" پرڈیٹا نے بے صبری سے پوچھا "اور تمہارا یہ خیال ہے کہ اس نے جس مسٹر ہیٹ فیلڈ کا ذکر کیا وہ دراصل وہی ٹام رین ہے۔ جسے پھانسی پر لٹکایا گیا تھا؟"

"ہاں۔ اس کی ماں نے جلدی سے کہا" ضرور یہ وہی شخص ہے۔ کیونکہ مجھے اس کے معاملات کا بخوبی علم ہے۔ پرڈیٹا سنو۔ تم ابھی اس زمانہ میں پیدا نہیں ہوئی تھیں۔۔۔ تمہاری ولادت سے چند ماہ پیشتر کا ذکر ہے کہ سارے صدر مقام میں اس دریافت سے سنسنی سی پیدا ہو گئی تھی۔ کہ ٹام رین رہزن مرا نہیں بلکہ زندہ ہے۔۔۔ میں ان دنوں لندن میں ہی تھی۔۔"

"جیلخانہ نیوگیٹ میں؟" لڑکی نے اس انداز سے پوچھا۔ گویا یہ ایک بالکل معمولی سی بات ہو۔

"ہاں نیوگیٹ میں ہی۔ اگرچہ میں نہیں جانتی۔ ان تفصیلات سے کیا حاصل ہے" بوڑھی عورت نے تلخی کے لہجہ میں کہا۔

اور یہیں میں پیدا ہوئی تھی؟" پرڈیٹا نے پوچھا "ہاں لندن پہنچکر میں جن مقامات کو سب سے پہلے دیکھنا چاہتی ہوں۔ اُن میں سے ایک یہ جیلخانہ نیوگیٹ ہے.. مگر تم ذکر کئے جاؤ۔ میں توجہ سے سن رہی ہوں"۔

بوڑھی عورت سلسلہ کلام جاری رکھ کر کہنے لگی "میں اُن ایام میں لندن کے جیل خانہ نیوگیٹ میں تھی۔ کہ سارے صدر مقام میں اس نام رین فورڈ کے متعلق بعض روایتوں کی بدولت سناٹا سا پیدا ہوگیا۔ یہ سب باتیں اس خوفناک قتل کے سلسلہ میں معلوم ہوئی تھیں۔ جس کا ارتکاب اُس شخص بنجمن بونز نے کیا جس کا ذکر تم جیسی عورت کی زبان سے سن چکی ہو۔ داستان اس قدر لمبی ہے کہ میں اُسے تفصیل کے ساتھ بیان نہیں کر سکتی۔ مگر چونکہ میرے خیال میں اس کا تمہارے مستقبل سے گہرا تعلق ثابت ہونے والا ہے۔ اس لئے میں عنقریب تمہیں اس کی تھوڑی سی کیفیت بتاؤں گی۔ بہر حال ایک بات خاص طور پر قابل ذکر یہ ہے کہ نام رین فورڈ ایک رہزن تھا۔ جسے پھانسی پر لٹکایا گیا۔ اور بعد ازاں کسی نامعلوم طریق پر اُسے دوبارہ زندہ کرلیا گیا۔ اُس نے جو افعال خلاف قانون کئے تھے اُن کے لئے اُسے معافی دیدی گئی۔ اور اُس کے بعد مجھے معلوم نہیں اُس کا کیا ہوا"۔

"اس لئے کہ تمہیں اپنی سنز کے سلسلہ میں لندن سے رخصت ہو جانا پڑا تھا؟" پرڈیٹا نے سوال کیا۔

"ہاں اور اب دیکھو۔ کہ محض حسن اتفاق سے ہماری ملاقات ایک عمر رسیدہ حبشی عورت کیساتھ ہوگئی ہے۔ جس نے اپنے خیالات کو بے خبری کی حالت میں ظاہر کرتے ہوئے ہمیں بتادیا ہے کہ یہ شخص نام رین اب تک زندہ ہے۔ اور اب اس نے ایک اور نام اختیار کر رکھا ہے۔ نیز یہ کہ وہ ارل آف الینگھم کے مکان پر رہتا ہے معلوم ہوتا ہے اس حبشی عورت کو یہ بات معلوم نہیں کہ یہی شخص رین فورڈ پھانسی پر لٹکائے جانے کے چند ماہ بعد لندن میں ایک حبشی کی صورت میں نمودار ہوا تھا۔ بظاہر ہے یا اُس کے متعلقین کو اُس کے پھانسی پانے کے بعد زندہ ہونے کے واقعہ کا علم نہیں ہوا۔ اسی لئے جب اُس نے اُسے ارل آف الینگھم کی گاڑی میں سوار دیکھا۔ تو متعجب ہوگئی۔ اور ایسے حالات میں کسی شخص کا متعجب ہونا بعید از قیاس بھی نہیں۔

لیکن اس ناواقفیت کی وجہ غالباً یہ ہے۔ کہ جپسی لوگ بہت کم شہروں میں جاتے اور سوائے اپنے آدمیوں کے کسی اور سے بہت ہی کم ملتے جلتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ اپنے معاملات کو چھوڑ کر باقی معاملات سے بہت کم دلچسپی لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس جپسی بڑھیا کو رنیفورڈ کے دوبارہ زندہ ہونے کے واقعہ کا جو اتنا مشہور تھا علم نہ ہوا۔

"تو پھر کیا تمہاری رائے میں یہ شخص رنیفورڈ اب لندن میں ہیٹ فیلڈ کے نام سے عزت کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ اور اب تم اس واقفیت کو جو اس کی نسبت تمہیں حاصل ہے اپنے فائدہ کی خاطر کام میں لانا چاہتی ہو؟" پرڈیتا نے سوال کیا

بوڑھی عورت کہنے لگی "ہاں یہی میرا منشا ہے اور یہ تو تم غالباً آسانی سے سمجھ سکو گی۔ کہ میں اس کے بھانجے یعنی اسی نوجوان کو جس کا جپسی عورت نے ذکر کیا تھا ریشم کی رسیوں سے تم سے وابستہ کرنا چاہتی ہوں۔

پرڈیتا باصرار کہنے لگی "میں اس بات کا مصمم ارادہ کر چکی ہوں۔ کہ اس شکیل نوجوان کو اپنے بس میں لا کے چھوڑوں گی۔ اور یقین جانو۔ کہ اس مطلب کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کروں گی۔ کیونکہ میرے اپنے جذبات ابھی سے بھڑک رہے ہیں۔"

"آہ! ویسی ہی بد اخلاق اور عیش پرست جیسی میں تھی ۔ ۔ ۔ ویسے ہی تیز جذبات رکھنے والی۔ جیسا اس کا باپ تھا۔" بڑھیا نے اپنے آپ سے بڑبڑاتے ہوئے کہا

پرڈیتا اس کے لفظوں کو سمجھ نہ سکی۔ اور کہنے لگی "اماں کیا کہہ رہی ہو؟ یقیناً تم میرا ہی ذکر کرتی ہو۔"

بوڑھی عورت جلدی سے کہنے لگی "میں کچھ بری بات نہیں کہتی ۔ ۔ ۔ مگر کیوں پرڈیتا اب مستقبل کی نسبت تمہارا کیا خیال ہے؟ اس مسٹر ہیٹ فیلڈ کی نسبت چونکہ ہمیں بہت سے حالات معلوم ہو چکے ہیں۔ اور ہم اس قابل ہیں کہ ایک ہی روز اس کے خلاف کھڑا کر کے اس کی خطاب یافتہ بیوی اور اس کے بھانجے کو ذلیل کر دیں۔

پرڈیتا بولی "میری رائے میں روپیہ کے معاملہ میں تو ہمیں کوئی دقت پیش نہ آئے گی۔ کیونکہ وہ ہم باسانی ڈرا دھمکا کر حاصل کر سکیں گی۔ لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا

ان باتوں سے مسٹر سیٹ فیلڈ کے بھانجے پر اقتدار حاصل کرنے کے معاملہ میں کیونکر مدد مل سکتی ہے۔ کیونکہ ایسے حالات میں تو اس کے دل میں قدرتی طور پر ہمارے خلاف نفرت پیدا ہو جائیگی۔"

"ناعاقبت اندیش اور بے سمجھ لڑکی!" اس کی ماں نے جلدی سے کہا "ہم شروع ہی میں ان سے زبردستی روپیہ حاصل کرنا شروع نہیں کرینگی۔ جن ایام میں سالہاسال پیشتر میں لندن میں سکونت پذیر تھی۔ تو مجھے خوب یاد ہے لیڈی جارجیانہ سیٹ فیلڈ ایک بہت مالدار عورت تھی۔ اور یہ غیر ممکن ہے کہ اب وہ مفلس ہو گئی ہو۔ اس کے علاوہ اس شخص سیٹ فیلڈ یا رمیفورڈ کی ارل آف ایلنگھم سے ضرور بے تکلفی ہوگی۔ کیونکہ وہ اپنے کنبہ سمیت اب اسی کے مکان پر رہتا ہے۔ ان سب باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے پاس معقول روپیہ ہے۔ پس اس نوجوان کو جو اس کا بھانجا ہے ہمیں مکر وفریب سے قابو میں لانا چاہئے۔ لیکن یاد رکھو اگر تم نے جذبات نفسانی کے بس میں ہو کر فوراً ہی اپنی ذات کو اس کے حوالہ کر دیا۔۔"

پرڈیتا بے صبری سے قطع کلام کر کے کہنے لگی "اماں تسلی رکھو۔ میں خوب جانتی ہوں۔ مجھے کیونکر عمل کرنا چاہئے۔ مگر سوال یہ ہے آج رات لندن میں پہنچکر ہم کہاں ٹھیریں گی۔ اور کل کے لئے اچھا لباس کیونکر حاصل کر سکیں گی۔ مختصر یہ کہ جو کام عظیم ہمارے درپیش ہے اسے شروع کیونکر کیا جا سکیگا۔؟"

اس کی ماں نے کہا "پرڈیتا تم دیکھتی جاؤ میں کیا کرتی ہوں۔ آسٹریلیا میں میرے طویل زمانہ قیام میں ایک شخص مجھے بارہا خط لکھا کرتا تھا۔ اور کئی بار اس نے مجھے امدادی رقوم بھی بھیجیں۔ اگر اس کی امداد شامل حال نہ ہوتی۔ تو رہائی پانے کے بعد ہم یقیناً فاقوں مر جاتیں۔ کیونکہ دستی مشقت سے اگرچہ [illegible] میں بھی کوتاہی نہیں کرتی تھی۔ بمشکل ہمارا گذارہ ہوتا تھا۔ یہ شخص لندن میں رہتا ہے۔ اور میں اس کے پتہ سے واقف ہوں۔ سب سے پہلے لندن میں ہمیں اسی کے مکان پر جانا چاہئے۔۔۔"

"کیا یہ وہی دوست ہے جس نے کوشش کر کے تمہیں رہائی دلائی؟" پرڈیتا نے سوال کیا۔

اُس کی ماں جلدی سے کہنے لگی "ہاں یہ دیسی دوست بلکہ یوں کہنا چاہیئے۔ کہ وہی رشتہ دار ہے۔ اور تمہارے سوااب میرا اس دنیا میں صرف وہی ایک رشتہ دار ہے"
دونو اس قسم کی گفتگو جوان کے چلن پر کافی روشنی ڈالنے والی تھی۔ کر رہی تھیں۔ کہ پرتیچھے کی طرف سے ایک گاڑی کے آنے کی آواز سنائی دی۔ اور یہ دونو ایک طرف کو ہٹ گئیں۔ کہ وہ آگے نکل جائے۔ گاڑی کو ایک قوی ہیکل نیک نہاد قصاب تیزی سے چلا رہا تھا جس وقت گاڑی اُن کے پاس سے گذری اور چاند کی روشنی میں قصاب نے پرڈینا کا خوشنما چہرہ دیکھا۔ تو اُس کی کشش سے متاثر ہو کر اس نے فوراً ہی گاڑی کو روک لیا اور کہنے لگا "نیک عورتو اتنی رات گذری بلکہ یوں کہنا چاہیئے اتنے سویرے تم تن تنہا سڑک پر کیوں پھر رہی ہو؟ کیونکہ اس وقت رات کے دو بجے کا عمل ہے"
پرڈینا کی ماں کہنے لگی "ہم بالکل تھکی ماندی ہیں اور بہت جلد لندن پہنچنا چاہتی ہیں"
قصاب بولا "میں بھی لندن کو ہی جا رہا ہوں جہاں مجھے آکسفورڈ سٹریٹ میں پہنچنا ہے۔ اس لیئے اگر تم دونو میری گاڑی میں سوار ہو جاؤ۔ تو اس بازار کے قریب تمہیں کہیں اُتار دوں گا"
عمر رسیدہ عورت یہ سن کر بہت خوش ہوئی اور نیک دل قصاب نے اُسے اور اس کی بیٹی کو سہارا دیکر گاڑی میں بٹھا لیا۔ گاڑی پھر تیزی سے آگے کو چلنے لگی۔
تھوڑی دیر سفر کرنے کے بعد دُور فاصلہ پر لندن میں جلتے ہوئے لیمپوں کی روشنی چمکتے ہوئے ستاروں کی طرح نظر آنے لگی۔ جوں جوں گاڑی اُس شاہی شہر کے قریب پہنچ رہی تھی۔ جس میں ہزارہا بلند رفیع اور پرجاہ عمارات واقع ہیں۔ یعنی زمانہ حال کے اس بابل کے قریب جو پرڈینا کی صدہا امیدوں اور آرزوؤں کا مرکز تھا۔ تو اُس کا دل حقیقی اُمنگوں سے [illegible] لگا۔ اس وقت اس عالیشان صدر مقام پر ایک ہلکی سی کہر چھائی ہوئی تھی۔ جس کے اندر سے جلتے ہوئے لیمپوں کی روشنی ٹمٹماتے ہوئے ستاروں کی مانند کبھی تیز اور کبھی مدہم دکھائی دیتی تھی۔ جوں جوں گاڑی شہر کے قریب پہنچتی گئی۔ بے شمار عمارات اُس دھند کے اندر سے نمایاں صورت اختیار کرنے لگیں۔ گاڑی چلتی ہوئی اُن مکانات کی قطاروں میں سے گذرتی گئی۔ جو سڑک پر دورویہ بنے ہوئے تھے۔ پہلے یہ مکانات تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر بنے ہوئے نظر آئے۔ مگر جس وقت گاڑی مضافات

سے گذر کر خاص لندن کی حدود میں داخل ہو گئی۔ تو عمارات نے بھی مسلسل صورت اختیار کر لی۔ اور اب یہ صاف ظاہر تھا۔ کہ گاڑی لندن کے بازاروں پر چل رہی ہے
پرڈیٹا کو لندن میں پہنچکر عظیم الشان عمارات دیکھنے کی اُمید تھی۔ اس لیے جب اُس کی بجائے اُسے پرانے بدوضع اور چھوٹے چھوٹے میلے مکانات دکھائی دئے جن کی صورت (جو) رات کے وقت اور بھی زیادہ ناخوشگوار معلوم ہوتی تھی تو وہ کسی قدر بد دل ہوئی۔ مگر گاڑی اور تانگے کو چلتی گئی۔ تو مکانات کی ہیئت بدلنے لگی۔ حتیٰ کہ آخر کار گاڑی اُس چورستے میں پہنچ گئی۔ جہاں ایلیفنٹ اینڈ کیسل سرائے واقع ہے۔

اُس وقت اس سرائے کا شراب خانہ کھلا ہوا تھا۔ قصاب گاڑی سے اتر کر اندر گیا۔ اور چونکہ آدمی نیک دل تھا۔ اس لئے جلدی ہی اُن دونو عورتوں کے لئے گرم پانی ملی ہوئی برانڈی کا گلاس لے کر نمودار ہوا۔ واضح رہے کہ اُس نے یہ مدارات اس وجہ سے نہیں کی۔ کہ عورتوں میں سے ایک بہت حسین تھی۔ بلکہ اس میں سراسر جذبہ رحم ہی کو دخل تھا۔ دونو عورتوں کو گرم شراب پینے پر رضامند کرنے کے لئے زیادہ اصرار کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ چنانچہ جس وقت وہ اسے پی رہی تھیں وہ خود شراب خانے میں اپنے لئے ایک اور گلاس حاصل کرنے کو داخل ہوا۔

واپس آکر وہ پھر گاڑی میں سوار ہو گیا۔ اور اب گاڑی پل سے گذر کر واٹرلو روڈ کی طرف ہولی۔ اس جگہ جو نظارہ پرڈیٹا کو دکھائی دیا۔ وہ نہایت شاندار اور روح میں وجد پیدا کرنے والا تھا۔ اُس عظیم الشان پل کو دیکھ کر جو دنیا کی تعمیری عمارات کا بہترین نمونہ ہے۔ وہ دیر تک دل میں اُس کی توصیف کرتی رہی۔ اور اس کے بعد جب اُس نے دائیں بائیں نظر ڈالی۔ تو نکھری ہوئی رات کی چاندنی [illegible] دلفریب نظارہ دکھائی دیا۔ جو حدت النظر یادر ہنے والا تھا۔ عظیم الشان دریائے ٹیمز کی فراخ سطح پر دونو کناروں اور پل کے اوپر نصب شدہ چراغوں کی روشنی منعکس تھی جس سے دریا کی رفتار اور فراخی کا آسانی اندازہ کیا جا سکتا تھا۔ سامنے سینٹ پال کے گرجا کا عالیشان گنبد آسمان سے باتیں کرتا نظر آتا تھا۔ اور شمالی ساحل پر دور تک شاندار عمارات کو دیکھتے ہوئے پرڈیٹا کی نگاہ آخر کار قصر پارلیمنٹ پر

پہنچیں۔ جو چاند کی سفید روشنی میں اُس وقت۔ ایک خاص شان دلفریبی سے ہو رہے تھے۔

اس نظارہ کو دیکھ کر پرڈیٹا کو بہت خوشی ہوئی۔ اور بڑے جوش کے ساتھ کہنے لگی "ماں بے شک یہ ایک نہایت شاندار شہر ہے"

وہ بولی "تم نے ابھی اس کا دیکھا ہی کیا ہے۔ اور پھر یہ معلوم کر کے کہ گاڑی باؤ اسٹر نیڈ میں پہنچ چکی ہے۔ وہ قصاب سے کہنے لگی "بس صاحب ہم اسی جگہ اُتر جائیں گے"

ماں بیٹی نے گاڑی سے اُتر کر قصاب کا اُس کی عنایت کے لئے شکریہ ادا کیا۔ اور اس کے بعد برامپٹن کی جانب پیدل چلنے لگیں۔

باؤ اسٹر نیڈ سے گذرتے ہوئے وہ سپرنگ گارڈنز سے ہو کر سینٹ جیمز پارک سے گذریں۔ اب وہ جس راستہ سے چل رہی تھیں اس کے دونوں طرف نہایت شاندار عمارتیں بنی ہوئی تھیں۔ صبح کاذب کی روشنی میں ان کو فلک بوس استادہ دیکھ کر پرڈیٹا بہت خوش ہوئی۔ اور اب وہ ان کی تعریف کرتی جا رہی تھی۔

تھوڑی دیر میں یہ دونو کارلٹن ہوس کے پاس سے گذریں۔ اس کی طرف اشارہ کر کے پرڈیٹا کی ماں نے کہا "جن ایام میں میں انگلستان میں تھی۔ تو یہاں پرنس جارج چہارم کی حکومت تھی۔ اور یہ ان کا سب سے مقبول سکونتی مکان تھا۔ مگر اب ملکہ معظمہ وکٹوریہ کا عہد ہے۔ جو قصر بکنگھم میں رہتی ہیں۔ میری عدم موجودگی میں زمانہ میں کس قدر انقلابات رونما ہو چکے ہیں"

تھوڑی دیر میں یہ دونو علاقہ پمالیکو میں پہنچیں۔ اور چونکہ اب بالکل تھک گئی تھیں۔ اس لئے اُسی طرح بدقت تمام سے طے کرنے لگیں۔ جیسے اس سے پیشتر ہم ڈارٹ فورڈ اور شوٹرز ہل کے درمیان اُن کے مسافت طے کرنے کا ذکر کر چکے ہیں۔

پرڈیٹا کے خوش نما چہرہ پر اب شکستہ پریشانی کے آثار نمودار تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ صبر و شکیب جواب دیتے جا رہے ہیں۔ عالم اضطراب میں وہ ماں سے کہنے لگی "ماں آخر ہم کب تک اس مقام پر پہنچیں گی؟"۔

اُس نے جواب دیا ”قریباً بیس منٹ کے عرصہ میں۔ بس اب تم ذرا دیر کے لئے اور اپنے حوصلہ کو قائم رکھو“

”اور بالفرض تمہارا بھتیجا لندن میں نہ ہُوا۔ تو پھر کیا ہو گا“؟ پرڈیٹا نے پوچھا

بوڑھی عورت بے چین ہو کر کہنے لگی ”یہ بات تم نے ایسی کہی ہے جس کا اب تک مجھے خیال ہی نہیں آیا تھا“ مگر پھر جلدی ہی حوصلہ کر کے بولی ”بہرحال ہمیں مایوس نہ ہونا چاہیئے“

پرڈیٹا نے کہا ”بیشک مصیبت کا انتظار کرنا اُسے مول لینے کے برابر ہوتا ہے“

قریباً پاؤ گھنٹہ دونوں خاموشی کے ساتھ چلتی رہیں حتیٰ کہ برامپٹن کے ایک خاص حصہ میں پہنچ کر بڑھیا کہنے لگی۔ ”وہ یقیناً یہیں کہیں رہتا ہے۔۔۔۔ آہا! ٹھہرے۔۔۔ بیشک پرڈیٹا یہی اُس کا مکان ہے“۔ اور یہ کہتے ہوئے اُس نے ایک خوشنما کوٹھی کیطرف اشارہ کیا۔ جو ایک پُر لطف باغ کے درمیان واقع تھی۔

پھر سلسلہ کلام کو جاری رکھ کر وہ کہنے لگی ”میری رائے میں تمہارا میرے ساتھ جانا مناسب نہ ہو گا۔ بلکہ بعض وجوہ سے جن کا ذکر میں عنقریب تم سے کروں گی میں چاہتی ہوں۔ کہ میرا بھتیجا تمہاری صورت سے بھی آشنا نہ ہو“

پرڈیٹا سادگی سے بولی ”جیسے تمہاری مرضی ہو“۔ عام طور پر جس وقت وہ کوئی خاص بات اپنی مرضی کے مطابق منوانا چاہتی ہو۔ تو اسی قسم کا نرم لہجہ اختیار کر لیتی تھی۔ پھر کہنے لگی ”اس سڑک کی نکڑ پہ ایک بڑا سا پتھر نظر آتا ہے میں چل کر اس پر بیٹھتی ہوں تمہاری واپسی کا انتظار کرتی ہوں“

بڑھیا نے جواب دیا ”بہت اچھا“۔ اور اس کے بعد جب پرڈیٹا سمت مذکورہ میں چلنے لگی۔ تو یہ تھوڑی دیر کھڑی ہو کر اس کی خوشنما صورت کو تعریف کی نظر سے دیکھتی رہی۔ پھر خود اُس مکان کے دروازہ کی طرف بڑھی۔ جس میں اُس کا بھتیجا رہتا تھا۔

اُس نے دروازہ پر دستک دی۔ اور زور سے گھنٹی بجائی۔ چند منٹ کے عرصہ میں ایک خادمہ نے بالاخانہ کی کھڑکی کھول کر پوچھا ”کون ہے“؟

بڑھیا نے سوال کیا ”تمہارے آقا گھر پر ہیں“؟

خادمہ کہنے لگی "نہیں تو سہی۔ لیکن . . . "

"خدا کا شکر ہے" بوڑھی عورت جس کا اس اطلاع سے اطمینان ہوگیا تھا بولی۔ اور پھر خادمہ سے مخاطب ہوکر کہنے لگی "تم انہیں اطلاع کردو۔ کہ ایک عمر رسیدہ عورت نہایت ضروری کام کے لئے فوراً آپ سے ملنا چاہتی ہے"

خادمہ کہنے لگی "میں انہیں اس وقت بیدار نہیں کرسکتی تم نے دن کے آٹھ بجے آجانا۔ اس وقت وہ بیدار ہوجاتے ہیں"

عین اس وقت مکان کی ایک اور کھڑکی کھلی۔ اور ایک شخص جس نے بظاہر جلدی میں ڈریسنگ گون پہن لی تھی۔ کھڑکی میں نمودار ہوکر کہنے لگا۔ "ٹھیرو۔ میں ابھی تم سے ملتا ہوں"

چنانچہ ایک منٹ کے عرصہ میں مکان کا دروازہ کھلا۔ اور شخص مذکور نے بڑھیا کو اندر داخل کیا۔

دونو کیطرف سے اس قسم کی علامات ظاہر ہوئیں۔ جن سے پایا جاتا تھا کہ انہوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا ہے۔ مگر کسی نے زبان سے ایک لفظ بھی نہ کہا۔ آخرکار یہ دونو نشست گاہ میں پہنچے۔ اس کا دروازہ اندر داخل ہوکر شخص مذکور نے احتیاط کے ساتھ بند کرلیا۔ اور بوڑھی عورت تھک کر ایک صوفہ پر بیٹھ گئی۔

پھر وہ ہلکی گلوگیر آواز میں کہنے لگی "کلیرنس آخرکار میں یہاں واپس آگئی ہوں" اس کے لہجہ سے پایا جاتا تھا۔ کہ اپنے بھتیجے کی موجودگی میں وہ سخت اضطراب محسوس کرتی ہے اور اپنی کامیابی کے متعلق جس یقین کا اظہار اس نے اپنے بیٹی کے سامنے کیا تھا۔ اب اسے برقرار رکھنے سے قاصر ہے۔

مسٹر ولیرز نے یہ سنکر ملامت آمیز لہجہ میں کہا "بے شک میں دیکھتا ہوں کہ تم واپس آگئی ہو۔ حالانکہ میں نے بڑی سختی سے اس کی ممانعت کردی تھی اور اس کے علاوہ تم نے خود وعدہ کیا تھا۔ کہ اگر مجھے معافی دلادی جائیگی۔ تو میں اپنی باقی زندگی امریکہ آباد ہی میں بسر کروں گی . . . "

بوڑھی عورت جس کے متعلق ہمارے ناظرین ضرور سمجھ گئے ہونگے

کہ وہ مسز شارنز یا مسز ملنگبی کے سوا کوئی اور نہ تھی۔ کہنے لگی "کیا تم یہ چاہتے ہو۔ کہ میں ہمیشہ کے لیے اس خوفناک مقام میں ہی دفن ہو جاتی"؟

کلیرنس نے جواب دیا "میں صرف یہ چاہتا تھا۔ کہ تم اپنے وعدہ پر قائم رہتیں۔ اور اپنی طرف سے میں حسب معاہدہ ہر ششماہی تمہیں چالیس پونڈ بھیج دیا کرتا۔ میں پوچھتا ہوں۔ تمہیں انگلستان کو واپس آنے کی ضرورت کیا تھی"؟

عورت نے کہا "میں نے اس نوآبادی میں اتنی تکلیفیں اٹھائی ہیں کہ اس زندگی پر موت کو ترجیح دیتی ہوں"۔

مسٹر ویلیرز اور بھی زیادہ تلخی کے لہجہ میں کہنے لگا۔ "بے شک تم نے بہت مصیبتیں اٹھائی ہیں۔ مگر یقیناً اس میں خطا تمہارے سوا کسی اور کی نہ تھی۔ تمہیں یاد ہوگا جب تمہاری سزا یابی سے پیشتر اور بعد میں تم سے جیل خانہ میں ملا۔ تو تم نے حقیقی و صادق پشیمانی کا اظہار کیا تھا۔ اور تم کہتی تھیں۔ کہ مجھ سے جو خطائیں سرزد ہوئی ہیں۔ میں پورے طور سے ان کی تلافی کی کوشش کرونگی۔ مگر ان وعدوں کا انجام کیا ہوا! اس نوآبادی میں پہنچ کر جہاں پہلے ہی بے شرمی کی کچھ انتہا نہیں۔ تم نے ایسی بے حیائی اور فحش کی زندگی شروع کر دی ..."

کلیرنس سنو"۔ اس کی خالہ نے صوفہ سے اٹھ کر اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "مذمت اور ملامت کرنا سہل ہے مگر دیکھنا یہ ہوتا ہے۔ کسی خطاوار شخص کے گناہ کی اصلی وجہ کیا تھی؟ بے شک جیل خانہ ہو کیسٹ میں میری پشیمانی سچی اور میرا تاسف حقیقی تھا۔ خدا شاہد ہے کہ میں نے وہاں اپنے ارادوں کو نہایت پختہ کر لیا تھا۔ میری دلی آرزو تھی۔ کہ میں اس ملک سے علانیہ رخصت ہو جاؤں۔ جہاں میں نے بہت سی برائیاں کی تھیں۔ اور میری یہ خواہش تھی۔ کہ تعزیری نوآبادی میں رہ کر اپنے چلن کی اصلاح کی پوری کوشش کروں۔ مگر جس وقت مجھے قیدیوں کے جہاز میں سوار کیا گیا۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ وہاں انتہا درجہ کی بداخلاقی پھیلی ہوئی تھی۔ اس جہاز کو اگر گناہوں کے اعتبار سے دوزخ کا نمونہ کہا جائے۔ تو بیجا نہ ہوگا۔ جس میں تمام سزایاب عورتیں دوزخی جنات سے کم نہ تھیں۔ جہاز کی حالت دیکھ کر میں نے اس کے ڈاکٹر کے سامنے دو زانو ہو کر درخواست کی۔ کہ مجھے ان بری عورتوں کی صحبت سے بچائیے۔ مگر وہ میری درخواست

سن کر ہنس دیا۔ اور کہنے لگا جاؤ اپنا کام کرو۔ اِس پر اُن عورتوں نے مجھے اس شکایت کی وجہ سے اور بھی زیادہ گالیاں دیں۔ اور مجھ سے بدسلوکی کی۔ میری گود میں ایک لڑکی تھی۔ اس کی بنا پر وہ مجھے سخت طعنے دیا کرتی تھیں اور مجھ پر طرح طرح کے مذاق اُڑاتی تھیں۔ جیسا کہ تمہیں یاد ہوگا۔ میں نے اُس لڑکی کا نام پرڈیتا رکھا تھا۔ جس کے معنی گم گشتہ کے ہیں۔ اور یہ نام میں نے خصوصیت سے اس لئے تجویز کیا تھا۔ کہ وہ اپنی ماں کی خطاؤں کی وجہ سے اپنی برگشتگی بخت کو ہمیشہ یاد رکھے اور میں بھی اُس کے نام کو دیکھ کر محنت، مشقت کرتے ہوئے راہ صراط پر چلنے کی کوشش کروں۔ مگر افسوس جن بدبختوں سے مجھے واسطہ پڑا۔ وہ اُس معصوم بچی کی وجہ سے محض اس لئے کہ وہ جیل خانہ میں نیٹ میں پیدا ہوئی تھی۔ مجھے سخت طعنے دیتی اور میرا مذاق اُڑاتی تھیں۔ اور میں یہ بات ظاہر کر دینا چاہتی ہوں۔ کہ عورت کے لئے کوئی بات اتنی رنج دہ... اتنی موجب تکلیف اور اس قدر دل آزار نہیں ہوتی۔ جیسا اُس کو ناجائز اولاد کا طعنہ دینا۔ الغرض میں بیان نہیں کر سکتی۔ قیدیوں کے اُس جہاز پر میں نے کتنے تلخ آنسو بہائے... وہ آنسو جو میرے رخساروں کو جلنے والے تھے۔ اُس جہاز پر نہایت خوفناک نظارے دیکھنے میں آتے تھے۔ بات بات پر گالی گلوچ... ہر وقت فحش کلامی اور جھگڑا بازی کے سوا اور کچھ نہ ہوتا تھا۔ میں نے ان برائیوں کے مقابلہ کی پورے طور سے جدوجہد کی... ایسی کہ آج تک کبھی کسی انسان نے نہ کی ہوگی۔ مگر جس طرح ایک شخص جو غوطے کھا رہا ہو۔ بحرِ ناپیدا کنار کی امواج کے تلاطم کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اسی طرح میں اُن اثرات کا مقابلہ نہ کر سکی بے بس اور مایوس ہو کر آخر کار میں نے اپنی ذات کو حالات کے بہاؤ پر چھوڑ دیا۔ اور میں نے دیکھا۔ کہ نجات کی صورت اس کے سوا اور کوئی نہیں۔ اس طرح پر میں جو سچے دل سے پشیمان اور تائب ہو چکی تھی۔ پھر گناہ اور بداخلاقی کی زندگی میں حصہ لینے پر مجبور ہو گئی۔ ایسے حالات میں اگر وہ اقرار جو میں نے نیک اور پاک رہنے کے متعلق کئے تھے مستقل ثابت نہ ہوئے۔ تو اس کے لئے قصوروار میں نہیں ہوں۔ بلکہ وہ جرم انتظام ہے۔ جو میری حالت میں برتا گیا۔"

"گویا تم یہ کہنا چاہتی ہو۔ کہ تم نے اپنی طرف سے قیدیوں کے جہاز پر نیک اور پاک رہنے کی کوشش کی۔ مگر حالات سے مجبور ہو کر گناہ پر آمادہ ہو گئیں ہو"۔ کلیرنس نے

نرمی اور رحم کے لہجہ میں پوچھا۔
اُس کی خالہ نے بڑے زوردار لہجہ میں کہا "بے شک کاپرنس میں حلفیہ بیان کرتی ہوں۔ کہ یہی امر واقعہ ہے"

وہ کہنے لگا "غریب عورت! اُس صورت میں تم ملامت کی بجائے رحم کی زیادہ سزاوار ہو۔ لیکن تمہاری بیٹی پرڈیٹا کہاں ہے؟"

اس نے جواب دیا "میں اُسے قریب ہی ایک مقام پر چھوڑ آئی ہوں۔ کیونکہ اُسے اپنے ساتھ تمہارے مکان پر لانا مناسب نہیں تھا۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ میں خود اشد ضرورت کی وجہ سے یہاں آئی ہوں۔ ورنہ شاید میں بھی اپنی صورت نہ دکھاتی"

کلیرنس بولا "مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ سڈنی سے ایک دوست نے تمہارے جو حالات لکھ کر بھیجے۔ اُن سے تمہاری بیٹی کے چلن پر اچھی روشنی نہیں پڑتی۔ مناسب یہی تھا۔ کہ تم اُسے ضرور گناہ کی راہ پر چلنے سے بچاتیں"

"دیکھو کلیرنس اب پھر تم مجھی کو الزام دیتے ہو" اُس کی خالہ نے پریشانی کی حالت میں کہا "مجھے اُس تعزیری نوآبادی میں ایک آبادکار کے ہاں خادمہ کی حیثیت میں رکھا گیا۔ اور اس شخص نے مجھ سے ناجائز تعلقات پیدا کرنے چاہے۔ شروع میں میری طرف سے انکار ہی رہا۔ لیکن جب اُس کی طرف سے جبر کا اظہار ہونے لگا۔ تو میرے لئے کوئی چارہ کار نہ تھا۔ اُس وقت میں نے دیکھا۔ کہ قسمت کا مقابلہ کرنا سراسر بے سود ہے۔ مجھے دن بھر محنت شاقہ کرنی پڑتی تھی۔ اور پرڈیٹا سڈنی کے غریب بچوں کے ساتھ گلیوں میں آوارہ پھرا کرتی تھی۔ میں اُسے یوں آوارہ پھرنے سے روکنے کی بہت کوشش کرتی۔ لیکن میرا بس نہیں چلتا تھا۔ پھر اُس کے بعد جب مجھے ملازمت سے نجات ملی۔ تو میں نے آزادانہ طور پر سخت مشقت کی کمائی کرنی چاہی۔ اس حالت میں مجھے دن بھر گھر سے باہر رہنا پڑتا تھا۔ اور اس عرصہ میں پھر میری طرف سے پرڈیٹا پر نگرانی نہ ہو سکتی تھی اسی طرح پرڈیٹا جس کا نام اصطلاحی طور پر "گم گشتہ" تھا۔ حقیقی اور اخلاقی معنوں میں محض عدم نگرانی کی وجہ سے گم گشتہ ہو گئی۔ جہاں تک مجھے علم حاصل تھا۔ یا جس قدر فرصت مجھے ملتی تھی۔ میں نے اُس کی تعلیم کی پورے طور سے کوشش کی۔ حتیٰ کہ اس مطلب کے لئے میں نے اپنا آرام بھی حرام کر دیا۔ مگر سوال یہ ہے۔ میں اُسے نیک بنا کیونکر سکتی

تھی۔ پس میں اسے انجیل کیونکر پڑھ کر سناتی۔ یہ واقعہ نوآبادی میں ہر شخص کو معلوم تھا۔ اور قبل اس کے کہ پرڈیٹا صحیح واقعات کو سمجھنے کے قابل ہوتی۔ وہ یہ معلوم کر چکی تھی۔ کہ اس کی ولادت لندن کے مشہور فوجداری جیلخانہ نوگیٹ میں ہوئی۔ نیز یہ کہ وہ ایک ناجائز اولاد ہے۔ اور اس کی ماں مجرم اور گنہگار ہے۔ الٰہی! ایسے حالات میں یہ کیونکر ممکن تھا۔ کہ باوجود کوشش کے بھی میں اسے نیکی کی راہ پر چلا سکتی یا اسے اخلاق کی تعلیم دیتی۔ جب اس کی عمر ذرا زیادہ ہوئی۔ تو میں اس نوآبادی کی باقی سزایاب عورتوں کی طرح از سر نو گناہ کے گڑھے میں اتر چکی تھی۔ پس ایسے حالات میں یہ امر تعجب خیز نہیں۔ کہ وہ بھی جلدی ہی اس بارہ میں میری تقلید کرنے لگی۔ وہ شکل و صورت کی حسین تھی۔ اس لئے ہر شخص کی نظر اس پر پڑنے لگی اور تمہارے فوجی افسروں نے جنہیں اس نوآبادی کی حفاظت کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ اسے منزل عصمت سے گرایا ... برباد کیا۔ اور اسے گناہ کی زندگی میں آگے قدم اٹھانے پر اکساتے رہے۔ کلیرنس تم میرے بھتیجے ہو۔ اور تمہارے سامنے اس قسم کی باتیں کرتے ہوئے مجھے سخت ندامت محسوس ہوتی ہے۔ مگر چونکہ تم مجھے قطعاً اوباش سمجھتے ہو۔ اور یہ خیال کرتے ہو کہ میں نے اپنی بیٹی کو عمداً گناہ کی راہ پر ڈالا۔ اس لئے میں ان تشریحات پر مجبور ہوں اور میں یہ ظاہر کرتی ہوں۔ کہ جو کچھ ہوا وہ نوآبادی کے حالات اور مضر اثرات کا نتیجہ تھا۔ اس وقت تمہارے سامنے۔ مارے ندامت کے رونے کو جی چاہتا ہے۔ لیکن ایک گھنٹہ بعد میری حالت پھر ایسی ہو جائیگی۔ گویا کوئی بھی غیر معمولی واقعہ پیش نہ آیا ہو۔ افسوس نوآبادی اثرات نے مجھے ایسا بنا دیا ہے۔ کہ تمام بہتر جذبات ہمیشہ کے لئے رخصت ہو چکے ہیں"۔

"پھر اب تمہارا آئندہ کے لئے کیا ارادہ ہے؟" کلیرنس نے سوال کیا "میرے لئے غیر ممکن ہے کہ تمہاری موجودہ حالت میں کسی قسم کا مشورہ دے سکوں۔ اور چونکہ تم نے انگلستان آنے کے معاملہ میں میری منشا کے خلاف عمل کیا ہے۔ اس لئے میں تمہارے لئے کچھ نہیں کرسکتا۔ زیادہ سے زیادہ میرے اختیار میں یہ ہے۔ کہ تمہیں ایک حد تک مالی امداد دوں ..."

"کلیرنس تم مجھے پچاس پونڈ دے دو"۔ اس کی خالہ نے قطع کلام کرکے کہا "میں

کے بعد تم پھر میری صورت نہیں دیکھو گے"

فیاض نوجوان کہنے لگا "میں نہیں پچاس نہیں سو دینے کو تیار ہوں" اور یہ کہہ کر وہ کمرہ سے باہر چلا گیا۔ پھر روپیہ کی ایک تھیلی لاکر وہ بولا "میری بدنصیب خالہ یہ امداد ہے۔ جو میں تمہیں دے سکتا ہوں۔ خدا تمہیں نیکی کی توفیق دے۔ میری ہدایت پھر ایک بار یہی ہے۔ کہ تم پر جو کچھ بیتی۔ اُس سے قطع نظر اپنی بیٹی کو گناہ اور بدچلنی سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرنا۔ کیونکہ اُس کے فانی بدن میں بھی ایک غیر فانی روح موجود ہے۔ جس نے اس دنیا کے افعال کی ایک اور دنیا میں جوابدہی کرنی ہے"

بڑھیا نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ بلکہ حریصانہ انداز سے نقدی کی تھیلی اٹھا کر اسے اپنے پھٹے ہوئے کپڑوں میں چھپا لیا۔ پھر خود ہی اپنی اس بے صبری سے شرمسار ہو کر اپنے بھتیجے کی توجہ اس معاملہ سے ہٹانے کے لئے کہنے لگی "کلیرنس میں اُمید کرتی ہوں۔ تم اپنی نیک نہاد بیوی ایڈیلا مُس کے ساتھ ہر طرح خوش و خرم زندگی بسر کر رہے ہو"

کلیرنس نے کہا۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ اس دنیا میں میری خوشی اتنی ہی مکمل ہے جیسی کسی شخص کی ہو سکتی ہے۔ گذشتہ اُنیس سال سے میں اپنے محسن ارل آف ایلنگھم کی ملازمت میں ہوں۔ اور اُن کی عنایت سے نہ صرف خاطر خواہ گذر اوقات ہو رہی ہے۔ بلکہ صاحب اثر لوگوں سے دوستانہ تعلقات پیدا ہو چکے ہیں۔ اور میں نے اپنے بیٹوں کو ایسی تربیت دی ہے۔ جس سے اُمید ہے کہ وہ دنیا میں نیکی کو اپنا شغل بنائے ہوئے ہر طرح کامیاب رہیں گے"

"اور اُس شخص۔۔۔ میرے شوہر کا کیا حال ہے؟ بڑھیا نے رکتے رکتے دبی آواز سے پوچھا" کیا اُس کی طرف سے تمہیں کبھی کوئی خط موصول ہوا؟"

"صرف ایک بار تقریباً ۹ سال گذرے۔ مجھے اُس کی طرف سے ایک خط آیا تھا جس میں جنیوا میں غریب روز انسٹ کے انتقال کی خبر درج تھی۔ چنانچہ میں نے تمہیں سڈنی میں کچھ نقدی بھیجتے ہوئے جو خط لکھا تھا۔ اُس میں یہ اطلاع بھی درج تھی"

"اور اُس وقت کے بعد تمہیں اُس کے متعلق کوئی خبر موصول نہیں ہوئی۔؟"

"کبھی نہیں"۔ ولیرز نے جواب دیا "مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا جس کی وجہ سے ایڈیلامس کو بسا اوقات بے چینی محسوس ہوتی ہے۔ مگر تم جانو اس دنیا میں حقیقی اور مکمل راحت کسی فانی انسان کے حصہ میں نہیں آتی۔ سب سے زیادہ فکر مجھے غریب روزامنڈ کا ہے۔ انگلستان سے رخصت ہونے کے بعد اس کی صحت خراب ہو گئی تھی۔ اور اسی طرح دس سال اس نے مسلسل بیماری میں بسر کئے اس عرصہ میں صرف ایک بار میں اور ایڈیلامس اس سے سوئٹزرلینڈ میں ملنے گئے تھے اس وقت میری بیوی کو اپنی بہن کی حالت زار دیکھ کر اور یہ جان کر کہ کسی زمانہ میں وہ کیسی خوبصورت اور پیاری لڑکی تھی۔ سخت صدمہ ہوا۔ لیکن میں نہیں چاہتا اس ناخوشگوار ذکر کو زیادہ طول دوں۔۔۔"

"نہیں نہیں"۔ پرڈیتا کی ماں نے رخصت ہونے کے لئے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں تم سے یہ داستان سن کر تمہیں آزردہ کرنا نہیں چاہتی"۔ اور یہ کہتے ہوئے اس نے سخت ریاکاری سے کام لے کر ہمدردانہ صورت اختیار کرلی۔ اور بولی "الوداع کلیرنس الوداع"!

فیاض دل ولیرز نے خالہ کو رخصت ہوتے دیکھ کر اس سے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔۔۔ اس خالہ سے جو کسی زمانہ میں ایک خوبصورت خوش پوش اور فارغ البال خاتون تھی۔ مگر اب دیکھنے میں بدنما چیتھڑوں میں ملبوس اور بالکل خانماں برباد تھی۔ بوڑھی عورت نے جس وقت اپنے بھتیجے کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ تو ذرا دیر کے لئے اس کے سینہ میں جذبات کا ہجوم پیدا ہوا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ مگر اس نے ضبط سے کام لے کر انہیں روک لیا۔ پھر وہ تیزی سے قدم اٹھاتی ہوئی وہاں سے رخصت ہوئی۔ اور جب اس مکان سے باہر نکل گئی۔ اور دروازہ بند ہو گیا۔ تو اس نے جلدی ہی ان بہتر خیالات کو جو عارضی طور پر اس پر غالب آگئے تھے۔ دبا لیا۔ اور ساری توجہ اس قیمتی تھیلی کو جسے پھٹے ہوئے کپڑوں میں چھپانے کی طرف مبذول کی۔

پرڈیتا اسے آتے دیکھ کر ملامت آمیز لہجہ میں کہنے لگی "اماں میں تو سمجھتی تھی۔ تم واپس ہی نہیں آؤ گی"۔ پھر بڑھیا کے چہرہ سے یہ اندازہ کرکے کہ وہ کوئی

اچھی خبر لے کر آئی ہے۔ وہ خود بھی خوش و خرم نظر آنے لگی

بڑھیا اُس سے مخاطب ہو کر بولی "پرڈیتا اب ہمارے پاس اتنا روپیہ آ گیا ہے....؟"

"کہ جائے پناہ اور روٹی کی فکر باقی نہیں رہی"

"ہاں اور اچھے کپڑے پہننے اور عمدہ مکان کرایہ پر لینے کی بھی صورت پیدا ہو گئی ہے"

پرڈیتا اس اطلاع سے بہت خوش ہوئی اور کہنے لگی "اس سے معلوم ہوتا ہے تمہارے بھتیجے نے.... یا جو کچھ بھی اس کا تم سے رشتہ ہو... تمہارے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا"

بڑھیا نے تھیلی کو اپنے کپڑوں میں جھنجھناتے ہوئے کہا "پرڈیتا اس تھیلی میں ایک سو پونڈ ہیں" پھر تھیلی کو دوبارہ کپڑوں میں چھپا کر وہ کہنے لگی "مگر آؤ اب ہم یہاں سے رخصت ہو جائیں۔ کیونکہ میں نے کلیرنس ولیرز سے وعدہ کر لیا ہے کہ آئندہ اُسے اپنی صورت نہ دکھاؤنگی"

اس کے بعد دونوں ماں بیٹی لندن کے وسطی حصہ کی طرف چلنے لگیں۔ اور کاونٹ گارڈن کے قریب جا کر ایک قہوہ خانہ میں داخل ہوئیں۔ جہاں انہوں نے خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ کیونکہ تکان اور خوشی کی وجہ سے اُن کی بھوک خوب چمک گئی تھی۔

کھانے سے فارغ ہو کر انہوں نے چند منٹ اُس مکان کی مالک عورت سے باتیں کیں۔ اس نے انہیں ایک خواب گاہ مہیا کر دی۔ اور چونکہ یہ رات بھر کی تھکی ماندی تھیں۔ اس لئے آرام کرنے کو اس کے اندر لیٹ گئیں۔

دوپہر کے قریب اُن کی آنکھ کھلی۔ تو اس وقت انہوں نے مالک مکان عورت سے دوبارہ ملاقات کی۔ اور اُس کی معرفت ایک اور عورت کو بلایا۔ جو زنانہ پارچات فروخت کیا کرتی تھی۔ اُس سے انہوں نے مناسب حال کپڑے خریدے۔

اب پرڈیتا اور اُس کی ماں نے اس قسم کی صورت بنانی شروع کی۔

جو اس سے بالکل مختلف تھی۔ جس میں ہم ونا دیر پیشتر انہیں دیکھ چکے ہیں۔ خوب نہا دھو کر انہوں نے لباس بدلا۔ جس سے بڑھیا کی صورت کم بدنما نظر آنے لگی۔ اور پرڈیٹا کا حسن تو چہار چند ہو گیا۔

جب وہ اس طرح پر تبدیل لباس کر رہی تھیں۔ ماں اپنی بیٹی کے حسن اور اس کے موزون خط و خال کو دیکھ کر خوش ہوتی تھی۔ کیونکہ وہ سوچتی تھی۔ ان دلفریبیوں کو مناسب طریق پر فروخت کرنے سے خوب نفع کمایا جا سکیگا۔ دوسری طرف پرڈیٹا آئینہ کے سامنے اپنی صورت کو دیکھ دیکھ کر اتراتی۔ اور اس قسم کے انداز اختیار کر رہی تھی۔ جو جلوہ حسن کو دوبالا کرتے ہیں۔

پرڈیٹا کے سیاہی مائل بھورے بالوں میں بڑی احتیاط کے ساتھ کنگھی کی گئی۔ اور انہیں فراخ پیشانی پر مانگ نکال کر بڑی موزونیت سے آراستہ کیا گیا اس نے اپنے لئے جو لباس پسند کیا۔ وہ ایسا تھا جس سے اُس کے سینہ کا ابھار پورے طور سے نظر آسکتا تھا۔ پھٹی ہوئی جرابیں اور بھاری جوتے اُتار کر عمدہ بوٹ اور لمبی جرابیں پہن لی گئیں۔ جس کی وجہ سے اس کی گداز ٹانگیں نازک ٹخنے اور لمبے مگر تنگ پاؤں نے نہایت دلفریب صورت اختیار کر لی۔ سر پر تنکوں کی بنی ہوئی ٹوپی اور شال اوڑھ لیا گیا۔ اور اگرچہ یہ کپڑے بہت اعلٰے قسم کے نہ تھے۔ مگر انکی بدولت بھی پرڈیٹا کے حسن نے اس قدر نمایاں صورت اختیار کر لی۔ کہ ماں کو اپنی بیٹی کی قبول صورتی پر تعجب اور حیرت ہوتی تھی۔

ماں کی صورت اگرچہ جیسا ہم نے پیشتر بیان کیا۔ مکروہ اور نفرت انگیز تھی تاہم لباس کی تبدیلی نے اُسے بھی زیادہ عزت دار ظاہر کرنا شروع کر دیا تھا۔

ان کاموں سے فارغ ہو کر ماں بیٹی لندن کے بازاروں کی سیر کو نکلیں۔ جہاں سے اُنہوں نے کچھ سامان آرائش اور چند ہلکی قسم کے زیورات خرید لئے پھر دو بڑے ٹرنک خرید کر ان میں یہ سب چیزیں بھر دی گئیں اور ان تمام کو وہ اپنے ہمراہ اسی قہوہ خانہ میں لے آئیں۔ جس کا ایک کمرہ اُنہوں نے کرایہ پر لے لیا تھا۔

بعد ازاں بوڑھی عورت اپنی بیٹی کو ریجنٹ سٹریٹ کے فیشنیبل بازار کی سیر کرانے لے گئی۔ جہاں پرڈیٹا نے ایسی ایسی چیزیں دیکھیں کہ وہ متعجب اور حیرت زدہ ہو گئی

شاندار دکانیں۔ خوشنما مکانات عظیم الشان سواریاں اور خوش پوش نوجوان گھوڑوں پر سوار ان سب کی طرف پرڈیٹا کی نظر رہ رہ کر اٹھتی تھی خود اُس کی صورت بھی لوگوں کی نگاہ کو اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ چنانچہ کئی عمر رسیدہ عیاش اور کئی نوجوان بانکے اُس کی صورت دیکھ کر رستہ چلتے رک جاتے تھے شباب کے قدرتی حسن میں اُس کے موزون ترلباس نے ایک عجیب شان دلکشی پیدا کر دی تھی۔ اور اب اُس کی صورت دیکھ کر بے اختیار دل میں تیز جذبات پیدا ہونے لگتے تھے۔

پرڈیٹا کی ماں کو لندن کی صورت بالکل ہی بدلی ہوئی نظر آئی۔ کئی بازار ایسے دیکھے۔ جو اس سے پیشتر اُس زمانہ میں کہ وہ لندن میں رہا کرتی تھی۔ موجود نہ تھے۔ کئی جگہ چھوٹی گلیوں کی بجائے فراخ سڑکیں تیار ہو چکی تھیں۔ اور بعض مقامات پر معروف مکانات نظروں سے غائب تھے۔ کہیں کہیں عجیب وغریب نئی عمارتیں تعمیر ہو چکی تھیں۔ ریجنٹ سٹریٹ میں اُس نے اُن دوکانوں کی تلاش شروع کی۔ جن سے سالہا سال پیشتر اُس زمانہ میں اُس کا لین دین تھا۔ کہ وہ عابدانہ صورت اختیار کر کے لندن میں رہا کرتی تھی۔ مگر اُس نے دیکھا۔ کہ اُن دکانوں کے مالک اور اُن کا سامان فروخت بالکل بدل چکا ہے۔ جن دوکانوں میں کپڑے کا سامان فروخت ہوتا تھا۔ وہاں اب کتابیں پڑی ہوئی نظر آتی تھیں۔ اور جہاں کپڑا بکا کرتا تھا۔ وہاں چینی کے برتن موجود تھے۔ اُس کے جی میں آئی۔ بکنگھم سٹریٹ میں جا کر اُس مقام کو بھی ایک نظر دیکھ آؤں۔ جہاں وہ کسی زمانہ میں رہا کرتی تھی۔ لیکن سر دست اُس میں اتنی جرأت ہوئی آکسفورڈ سرکس سے لے کر واٹر لو پلیس تک ریجنٹ سٹریٹ میں گھومنے کے بعد وہ دونو پال مال ویسٹ کی طرف مڑیں۔ اور تھوڑی ہی دیر چلی تھیں۔ کہ ماں نے بیٹی کا بازو زور سے پکڑ کر کہا۔ "وکیٹو ارل آف الینگھم کا مکان ہے"۔

یہ الفاظ اُس کی زبان سے نکلے ہی تھے۔ کہ اُس شاندار مکان کا دروازہ کھلا اور چالیس پینتالیس برس کا ایک شخص باہر نکل کر دونو عورتوں کے پاس سے گذر گیا۔ اُسے مطلق خیال پیدا نہ ہوا۔ کہ وہ میری طرف غور سے دیکھ رہی ہیں۔ کیونکہ وہ اُس وقت خود اپنے خیالات میں محو تھا۔ باہر نکل کر وہ آہستگی سے غیر یقینی کی حالت میں ایک طرف کو چلنے لگا معلوم

ہوتا تھا۔ وہ تازہ ہوا لینے کو مکان سے باہر نکلا ہے۔ کوئی خاص مدعا اُس کے پیش نظر نہیں۔

لیکن اس بے خبری بر اُس کی اپنی صورت کو دونو عورتیں غور کی نظر سے دیکھ رہی تھیں۔ بوڑھی عورت تو اس غرض سے اُسے دیکھ رہی تھی۔ کہ اُس کی نگاہوں سے اُس کے ذہنی خصائل اور فطرت کا اندازہ کرے۔ اور یہ معلوم کرے۔ اُس پر کس حد تک اقتدار قائم کیا جا سکتا ہے۔ اور پرڈیٹا اُس جوان کے خوبصورت چہرہ اور اُس کی اعضا کی موزونیت کو او نئے جذبات کے زیر اثر دیکھ رہی تھی۔

وہ اُن کے پاس سے گذر گیا۔ اور چند منٹ تک ماں بیٹی اپنے خیالات میں اس قدر محو رہیں۔ کہ کسی کی زبان سے ایک لفظ بھی نہیں نکلا۔ آخر کار اس صبر خموشی کو پرڈیٹا نے ہی یہ کہہ کر توڑا۔ کہ "یقیناً یہ وہی جوان ہے۔ جس کا ذکر جیسی عورت نے اس قدر تعریفی لفظوں میں کیا تھا" یہ کہتے ہوئے اُس کی آنکھوں میں ایک قسم کا سرور پیدا ہو گیا۔ رخساروں پر سرخی کی جھلک نظر آنے لگی۔ اور اُس کی خوشنما چھاتی سے آہ نکلی۔

بوڑھی عورت کہنے لگی "میں یقیناً اُسے اپنی مرضی کے تابع بنانے میں کامیابی حاصل کرلونگی۔ سردست ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ کسی خاص فکر میں ہے"۔

پرڈیٹا بولی "ہم جلدی ہی معلوم کرلیں گے۔ اُس سے کیا فکر لاحق ہے۔ مگر یہ بتاؤ۔ تم اُس سے ابتدائی تعلقات کیونکر قائم کروگی؟"

بوڑھی عورت نے کہا "یہ بالکل سہل ہے۔ سب سے پہلے ہمیں رہنے کے لئے کوئی اچھا مکان تلاش کرنا چاہئے۔ مجھے معلوم ہے۔ یہیں پاس ہی ایک بہت اچھا محلہ آباد ہے۔ جہاں ہمیں اپنی مرضی کے مطابق مکان مل جائیگا۔ پرڈیٹا تم میرے ساتھ آؤ۔ ہمیں اس طرح قیمتی وقت ضائع نہ کرنا چاہئے"۔

وہاں سے دونو عورتیں سنگ سٹریٹ پال مال ایسٹ کی طرف چلیں۔ وہاں ایک خوشنما مکان کی کھڑکی میں یہ اشتہار نظر آیا۔ کہ مکان کا ایک حصہ کرایہ کے لئے خالی ہے۔ اس پر اُنہوں نے مکان میں داخل ہو کر اُس کے کمروں کا معائنہ کیا۔ کرایہ طے کیا۔ اور ایک ماہ کا پیشگی ادا کر کے پھر اُس قہوہ خانہ کی طرف واپس ہوئیں۔ جو کاونٹ

گارڈن کے قریب واقع تہا۔ اور جہاں اُن کا اسباب پڑا ہوا تہا۔ اس جگہ پہنچ کر انہوں نے کرایہ کی گاڑی منگائی اور سارا اسباب اس میں رکھوا دیا۔ تہوہ خانہ کی مالک عورت کو معقول انعام دیا۔ اور گاڑیبان کو بہی معمول سے بہت زیادہ کرایہ اس نیت سے ادا کیا۔ کہ اگر کوئی پوچھے تم انہیں کہاں سے لائے ہو۔ تو وہ کسی عزت دار محلہ کا نام لے۔

ان ابتدائی انتظامات کو طے کر کے ماں بیٹی دونو گاڑی میں سوار ہو کر نئے مکان کی طرف روانہ ہوئیں۔ اور وہاں انہوں نے اپنے لئے مسز اور مس فشر ہارڈنگ کے پُر رعب نام اختیار کر لئے۔

اگر وہ قصاب جو چند گھنٹے پیشتر دو پریشان حال مگر اگر عورتوں پر رحم کہا کر انہیں اپنی گاڑی میں سوار کر کے لندن لایا تھا۔ اور جنہیں اس نے اپنے خرچ سے ایلیفنٹ اینڈ کیسل سرائے میں شراب پلائی تہی۔ اب مسز اور مس فشر ہارڈنگ کو اس فیشنیبل مکان میں عمدہ لباس پہنے شام کے چہ بجے دسترخوان پر بیٹھے دیکہتا تو ہرگز یہ نہ کہہ سکتا۔ کہ سنگ سٹریٹ پال مال کی رہنے والی یہ دو عزت دار خواتین وہی ہیں۔ جنہیں میں نے رحم کہا کر اپنی گاڑی میں سوار کیا تہا۔ لو اگر اتفاقیہ طور پر وہ پرڈیٹا کے خوشنما چہرے کو پہچان بہی لیتا۔ تو یہی خیال کرتا۔ کہ جو کچھ میں نے دیکہا۔ وہ کسی غیر معمولی سحر کا نتیجہ تہا۔

یہاں پر ہم اُن عجیب و غریب واقعات کی تمہید کو ختم کرتے ہیں۔ جو اس داستان میں آگے چل کر پیش آنے والے ہیں۔ اور جن سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ پرڈیٹا نے اپنے حسن اور عشوہ گری اور اس کی ماں نے اپنے مکر و فریب سے کیسے کیسے کام کر کے دکہائے۔ جنہیں ان سے کم ہمت یا غیر مستقل مزاج عورتیں یقیناً نا ممکن خیال کرتیں۔

افسوس! افسوس! عورت اگر بُرائی پر مائل ہو۔ تو وہ اپنے لاجواب حسن سے کیسے تباہ کن اثرات پیدا کر سکتی ہے!

باب ۱۲۹ اشتہاری ایجنٹ

جس روز مذکورہ بالا واقعات ظہور میں آئے اُن کے دوسرے دن مسٹر سبلین سٹائلز ٹھیک اُس وقت جبکہ صدر مقام کی گھڑیاں دوپہر کے گیارہ بجا رہی تھیں۔ کارن ہل کے قرب وجوار میں ایک اشتہاری ایجنٹ کے دفتر میں پہنچا۔

ایجنٹ کو پہلے سے معلوم تھا کہ مسٹر سٹائلز ایک ایسی کمپنی کا منتظم ہے جسے مسٹر پاکسن جیسے صاحب اثر و ثروت شخص کی صدارت کا فخر حاصل ہے۔اس لئے وہ بڑے تپاک سے پیش آیا۔مسٹر سٹائلز کو جھک کر سلام کیا۔اور اپنے پرائیویٹ دفتر میں لے جاکر کہنے لگا "فرمائیے مسٹر سٹائلز میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

مسٹر سٹائلز نے اپنے پراسپکٹس کی بہت سی نقلیں جیب سے نکالیں اور کہنے لگا "میں ان کا اخبارات میں اشتہار دینا چاہتا ہوں"

"بہت اچھا میرے دوست بہت اچھا" ایجنٹ مذکور نے کہا "آپ کو اس معاملہ میں میری ہدایات پر عمل کرنا چاہئے۔اگر آپ کسی معمولی ایجنٹ کے پاس جاتے۔تو وہ کہتا ضرور ہر ایک اخبار میں اشتہار دیجئے۔لیکن مسٹر سٹائلز میں بے ایمانی کو پسند نہیں کرتا۔اور اپنے طویل تجربہ کی بنا پر یہ معلوم کر چکا ہوں کہ بعض اخبارات میں اشتہار دینا سراسر بے سود ہوتا ہے۔اُن میں اشتہار دینا روپیہ کو برباد کرنے کے برابر ہے"۔

"اس مشورہ کے لئے میں آپ کا تہ دل سے شکر گذار ہوں" مسٹر سٹائلز نے کہا "یقیناً ہمیں اخبار ٹائمز میں تو ضرور اشتہار دینا ہوگا"

"جی ہاں ضرور" ایجنٹ نے کہا "وہ سب سے بڑا اخبار ہے اور ہر ایک شخص کے سیاسی خیالات کچھ ہی ہوں۔وہ اس کا مطالعہ ضرور کرتا ہے۔اسی طرح مارننگ کرانیکل بھی اشتہار کا اچھا ذریعہ ہے۔ہیرالڈ پوسٹ اور ایڈورٹائزر کو بھی اس فہرست میں شامل ہونا چاہئے۔اور سن گلوب اور سٹینڈرڈ کو اس فہرست

میں شامل نہ کر دیا تو سراسر داخل حماقت ہوگا۔"

"بے شک۔ بے شک۔ مگر ڈیلی نیوز اور اکسپرس کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے؟" مسٹر سنائڈز نے اس وجہ سے متعجب ہو کر کہا۔ کہ ان اخبارات کا ذکر نظر انداز کر دیا گیا تھا۔

"ڈیلی نیوز!" ایجنٹ نے سخت متعجب ہو کر کہا "اکسپرس!" اس نے اور بھی زیادہ اظہار حیرت کرتے ہوئے کہا "میرے دوست معاف فرمائیے۔ لیکن کیا آپ کے حواس قائم ہیں؟ کیا خدانخواستہ آپ پر دیوانگی تو طاری نہیں ہو گئی ہے؟..."

"نہیں" مسٹر سنائڈز نے حسب عادت بڑے سکون کے ساتھ جواب دیا۔ "آپ کو یہ خیال کیوں پیدا ہوا؟"

"کیوں پیدا ہوا!" ایجنٹ نے سخت تعجب ظاہر کرتے ہوئے کہا "حضرت یہ خیال پیدا ہونا قدرتی تھا۔ کیونکہ آپ اس قسم کے قابل حقارت پرچوں میں اشتہار دینے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ کہ جن کو... بندہ نواز یہ پرچے تو اخبارات کا نام بدنام کرنے والے ہیں۔ میری رائے میں ان کے وجود سے بڑھ کر کوئی چیز اخبارات کی بدنامی کا موجب نہیں ہو سکتی۔ بھلا کبھی آپ نے اخبار ڈیلی نیوز پڑھا بھی ہے؟"

مسٹر سنائڈز کہنے لگا "میں نے اس اخبار کو کبھی دیکھا تو نہیں البتہ اس کا نام سنا ہے۔"

"اور میری رائے میں سوائے اس حالت کے کہ آپ وپنگ یا وائٹ چیپل کی اجڑ گلیوں میں جائیں۔ اسے کہیں دیکھ بھی نہیں سکیں گے"۔ ایجنٹ نے انداز فخر سے کہا "کوئی عزت دار اخبار فروش انہیں اپنے ہاں رکھنا پسند نہیں کرتا۔ اس لئے نہیں۔ کہ اخبار فروش باقی دوکانداروں کی نسبت زیادہ ضمیر پرست ہوتے ہیں۔ بلکہ اس وجہ سے کہ وہ بھی خوب جانتے ہیں۔ کونسا پرچہ بک سکتا ہے اور کونسا نہیں۔ رہا اکسپرس اسے میں سراسر دھوکے کی ٹٹی سمجھتا ہوں۔ کیونکہ اس میں کم دانش و بھی مضامین ہوتے ہیں۔ جو صبح کے وقت ڈیلی نیوز میں چھپ چکتے ہیں۔ اتنا بھی نہیں ہوتا۔ کہ عبارتی غلطیاں درست کر لی جائیں۔ میری آزادانہ رائے یہ ہے کہ ان دونوں سے زیادہ قابل نفرت مین بیس قیمت کا کوئی بھی اخبار نہ ہوگا۔ ایسا

معلوم ہوتا ہے۔ کہ جتنے قابل مضمون نگار لندن میں موجود ہیں۔ وہ سب باقی اخبارات نے اپنے حلقۂ اثر میں لے لئے ہیں اور اب نیوز اور ایکسپریس کے لئے صرف ادنیٰ ترین بازاری نامہ نگار باقی رہ گئے ہیں"۔

مسٹر ساملز کہنے لگا "میرا خیال یہ تھا۔ کہ ڈیلی نیوز کو مسٹر چارلس ڈکنز کی سرپرستی میں جاری کیا گیا تھا۔ اور اس میں اس مشہور [illegible] "بینز نوز" کے فرضی نام سے چھپا کرتے تھے"۔

"ٹھیک ہے" اشتہاری ایجنٹ نے تسلیم کیا "لیکن چارلس ڈکنز کا نام ہی کسی اخبار کو سب سے زیادہ بدنام کرنے کے لئے کافی ہے۔ حالانکہ وہ ایک زبردست ناول نویس تھا۔ یعنی ایسا کہ اسے اپنے زمانہ کا فیلڈنگ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ لیکن اخبار نویسی کے فن سے وہ بالکل کورا تھا۔ اخبار ڈیلی نیوز کے مالکوں نے اس کے نام کی آڑ میں اخبار کو ترقی دینے کی بہت کوشش کی۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ جس وقت اخبار جاری ہونے کو تھا۔ تو ہر شخص خیال کرتا تھا اس کی بدولت اخباری دنیا میں انقلاب عظیم پیدا ہو جائیگا۔ لوگ کہتے تھے ٹائمز کی اشاعت آدھی رہ جائے گی۔ اور کرانیکل تو بالکل ہی تباہ ہو جائیگا۔ مگر افسوس جو کچھ ہوا۔ وہ پہاڑ کھودنے پر چوہا برآمد ہونے کی مشہور مثل کے عین مطابق تھا۔ چنانچہ اخبار کو دیکھ کر بعض لوگوں کو تو یہ خیال پیدا ہو گیا۔ کہ اخبار پنچ کے ظریف مضمون نگاروں نے محض اخبار نویسی کا مذاق اڑانے کے لئے اسے جاری کیا ہے۔ اس کے مضامین پھیکے۔ حواشی قابل گرفت اور اشتہارات سراسر لغو ہوتے تھے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے۔ اخبار نویسی کے میدان میں ادنیٰ سے ادنیٰ تر بھی ایک منزل ہے۔ کیونکہ جب وقت اخبار کی قیمت پانچ پنس سے ڈھائی پنس ہوگئی۔ تو اس کی لغویت میں کئی گنا اضافہ ہو گیا۔ اس اخبار کا ایک اخلاقی صفحہ بھی ہے۔ جسے ایک نوجوان ڈلک نامی کے ہاتھ میں دیا گیا ہے اس شخص سے زیادہ احمق اور گدھا کبھی کسی کے دیکھنے میں نہیں آیا ہوگا۔ اس کا قاعدہ ہے [illegible] ناولوں کی ایک بڑی تعداد لے کر ان پر مجموعی ریویو لکھنے بیٹھ جاتا ہے۔ لیکن جسے وہ ریویو سمجھتا ہے۔ اس میں اور بدزبانی میں ذرا فرق نہیں ہوتا

اور پھر اپنی تحریر میں وہ اس قسم کا سکون اور استغنا داخل کرتا ہے۔ کہ [illegible] ہوتی ہے۔ سچ پوچھیے تو اخبار ڈیلی نیوز اخلاق کی اشاعت کے بجائے اپنا ضمیر اس بدتمیز بہائنڈ کے حوالہ کر چکا ہے۔ مالکان اخبار یہ سمجھتے ہیں۔ کہ ایک غلط نویس مضمون نگار کی قابل اعتراض تحریروں سے اس کی شہرت بحیثیت ایک سنجیدہ اور نکتہ رس اخبار کے قائم ہو جائے گی۔ مگر آپ سمجھ سکتے ہیں۔ یہ کیونکر ممکن خیال کیا جاسکتا ہے۔ وہ قابل نفرت شخص جس کا میں نے ذکر کیا۔ اخبار اتھینیم کے مالک کا بیٹا ہے۔ وہی اخبار جس پر بلور لٹن نے اپنے ایک مشہور ناول میں کئی سال پیشتر زبردست اعتراضات وارد کئے تھے۔ اس اخبار اتھینیم کے مضامین بجائے خود اتنے لغو اس قدر فضول اور اتنے قابل اعتراض ہوتے ہیں۔ "

معلوم ہوتا ہے آپ کو ان اخبارات سے سخت عناد ہے۔" مسٹر ٹالر نے کہا چونکہ اس کو ایک گھنٹہ کے لئے فرصت تھی۔ اس لئے اس نے ایجنٹ کی کیفیت سننے پر وقت کی کمی کی وجہ سے کسی قسم کا اعتراض نہ کیا۔

"نہیں صاحب۔ مجھے ہرگز کسی اخبار سے عناد نہیں"۔ اشتہاری ایجنٹ نے جواب دیا۔ میں جو کچھ بیان کر رہا ہوں۔ وہ اصولی اختلاف کی بنا پر ہے۔ مجھے ان اخبارات پر اعتراض اس لئے ہے۔ کہ میں برطانیہ کے اخبارات کا مداح ہوں اور کسی ملک کے عمدہ اخبارات کا وجود خود اس ملک کے لئے باعث فخر سمجھتا ہوں یہی وجہ ہے کہ جب میں اخبارات سے ادنے اور نہایت کمینہ کام لئے جاتے دیکھتا ہوں۔ جب مجھے ڈیلی نیوز اور اور اکسپریس جیسے حقیر اخبارات عزت داری کا دعویٰ کرتے نظر آتے ہیں۔ تو بجا طور پر رنج اور غصہ پیدا ہوتا ہے۔ اخبار نیوز کے متعلق آپ خود دیکھ لیجئے۔ کہ اس نے تھوڑے ہی عرصہ میں کتنے رنگ بدلے ہیں۔ پہلے اس کی قیمت پانچ پنس فی پرچہ ہوتی تھی۔ پھر ڈھائی پنس اور پھر تین پنس ہوئی۔ مگر ان بے شمار تبدیلیوں کے باوجود اخبار کی مستقل ہستی قائم نہیں ہوسکی۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ اس میں زیادہ سے زیادہ تین کالم کے اشتہارات ہوتے ہیں۔ اور یہ امر واقعہ ہے کہ ٹائمز میں ایک دن میں اتنے اشتہارات چھپ جاتے ہیں۔ جتنے نیوز نے آج تک اپنی ساری عمر میں چھاپے ہیں۔ پارلیمنٹ کے جنوبی نامہ نگار

کا اس اخبار سے تعلق ہے۔ وہ بھی تو اس تعلق کیوجہ سے بے حد شرمسار ہیں۔ اور دار العوام کی گیلری کا محافظ انہیں ترحمانہ نظر سے دیکھا کرتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے۔ وہ خود اس اخبار کی قائمقامی کو اپنے لئے کتنا ذلت آخرین سمجھتے ہیں۔ آپ نے کبھی اس اخبار کی رائے کا ذکر اس کے معاصرین میں نہ دیکھا ہوگا۔ کیونکہ باقی اخبارات کے مدیر اُسے اخبار سمجھتے ہی نہیں۔ اُس نے شہرت یا بدنامی حاصل کرنے کے لئے بے شمار چالیں اختیار کی ہیں۔ بارہا وہ اعلےٰ درجہ کے اخبارات کے منہ آیا ہے اور کئی بار اُس نے اُن کی خوشامد بھی کی ہے۔ مگر نتیجہ کچھ نہیں نکلا۔ معاصرین اُس کے وجود کو تسلیم ہی نہیں کرتے۔ اور وہ اُس کے مغلظات یا خوشامدانہ تحریروں کو زیر نظر لینا کسرشان سمجھتے ہیں۔ آپ کو شاید یہ سن کر تعجب ہوگا۔ کہ اس اخبار کا ایڈیٹر اپنے عہدہ سے شرمسار ہے۔ مگر وہ اس لئے کام کئے جاتا ہے۔ کہ سمجھتا ہے اگر میں نے اپنا تعلق قطع کر لیا۔ تو مجھے دوبارہ انہی ادنی مضمون نگاروں کے زمرہ میں شامل ہونا پڑے گا۔ جن کی صف سے نکل کر وہ اس اخبار کی کرسی ادارت پر پہنچا تھا

مسٹر سٹانلے نے پوچھا۔ "آخر ایسے اخبار کی ہستی کیونکر قائم چلی جاتی ہے؟"

اشتہاری ایجنٹ کہنے لگا۔ "آپ کا یہ سوال خود مجھ کو متعجب کرنیوالا ہے کیونکہ اس کی تہ میں لندن کا کوئی عظیم راز پوشیدہ ہے۔ جسے یقیناً میں حل نہیں کر سکتا۔ یہ ایک ایسا سوال ہے۔ جس کا جواب زمانہ ہی بہتر دے سکتا ہے۔ سردست آپ میری رائے پر چلیں۔ تو اس اخبار میں اشتہار دینے کا ہرگز ارادہ نہ کریں جس کی اشاعت اور حلقہ اثر محدود... جس کی تحریریں حالات پیش آمدہ کے مطابق تحقیر آمیز یا ریاکاری[1] پر مبنی ہوتی ہیں۔ اور جس کے مضامین خاص اتنے پھیکے اور سیٹھے ہوتے ہیں۔ کہ کوئی انہیں پڑھنے پر آمادہ نہیں ہو سکتا۔"

---

[1] ایک ناقابل تحقیر تین پنس قیمت کے اخبار نے جسے "ڈیلی نیوز" کہتے ہیں ۲ نومبر کے پرچہ میں ایک مضمون درج کیا۔ جو بظاہر ازراہ تصانیف پر تنقید کا درجہ رکھتا تھا۔ مگر جس میں مسٹر رینالڈس کے ناول ٹرنیٹا گریٹنر پر ایک نہایت جدلانہ اور ناشائستہ حملہ کیا گیا تھا یہی مضمون اسی شام کے اخبار ایکسپریس میں شائع ہوا۔ واضح رہے کہ اس اخبار کے سارے مضامین وہی ہوتے ہیں۔ جو ڈیلی نیوز کے صبح کے پرچے میں درج ہو چکتے ہیں۔ اگرچہ ہم اس اخبار کی ہستی سے ... مضمون مذکور کی اشاعت

مسٹر ہیلش سٹالمز نے کہا: "میں اس مفید مشورہ کے لئے آپ کا ممنون احسان ہوں۔ مگر غالباً آپکو اخبارات "ویکلی ڈسپیچ" "سنڈے ٹائمز"۔ "بیکمنز لائف ان لنڈن" پر تو کسی قسم کا اعتراض نہیں ہوگا!"

"نہیں۔ یقیناً یہ سب بہت اچھے اخبارات ہیں۔ اور میرے پاس ایسے اخبارات کی ایک فہرست موجود ہے۔ جو میری رائے میں آپ کے اشتہار کے لئے موزون تر ہونگے"

کے وقت تک بالکل لاعلم ہی تھے مضمون بظاہر کسی بیوقوف چھوکرے کا لکھا ہُوا تہا۔ اور اس کا لہجہ اتنا وحشیانہ اور اتنا کینہ آمیز تہا۔ اور ہمارا مضمون اس قدر غلط بیانیوں سے پُر تہا کہ اس کا جواب دینا لازم آیا ہم جانتے ہیں۔ نہ تو اخبار ڈیلی نیوز اور نہ اس کے شام کے ضمیمے کی اتنی اشاعت ہے کہ یہ سمجھا جائے۔ "ان غلط بیانیوں کی اشاعت جو ایک ذلیل مضمون نگار نے کیں کچھ خاص وقعت رکھتی ہے مگر سارے حالات پیش نظر رکھ کر بہتر یہی سمجھا گیا کہ وکیل کی معرفت ان ہردو اخبارات کے ایڈیٹروں کے نام اس مطلب کے نوٹس بھجوائے جائیں۔ کہ وہ اپنے ہتک آمیز الفاظ کو واپس لیں اور مکمل معافی مانگیں۔ ورنہ ان کے خلاف عدالتی چارہ جوئی کی جائے گی۔ ہمارے قانونی مشیروں نے ان اخبارات کے ایڈیٹروں کے نام ایک نہایت قابلانہ اور شریفانہ منتانتی نوٹس بھیجا۔ جس سے ہردو ایڈیٹروں کو جلدی ہی ہوش آگیا۔ ان اخبارات کے مالکان ریڈیری اور رالونز چونکہ اس سے پہلے ہی مسٹر ز پاول اور وینزنگ کے ساتھ مقدمہ بازی میں مصروف تھے۔ اس لئے ہماری چارہ جوئی کی دہمکی سے کانپ اٹھے۔ چنانچہ ہردو اخبارات نے منگل کے روز ۹ دسمبر کے پرچے میں ان لفظوں میں معافی طلب کی:۔

"ہمیں ایک چٹھی موصول ہوئی ہے جس میں اس بات پر اعتراض کیا گیا ہے کہ مسٹر رینالڈس کی تصنیف "گرنا گرین" ان ادنیٰ قسم کی تصانیف میں شامل کی گئی جنمیں مجرمانہ نظاروں کا بیان حیا سوز طریق پر کیا گیا ہے۔ اور جن کیوجہ سے بعض شرمناک افعال کا اظہار ہوتا ہے ہم اعتراف کرنے پر مجبور ہیں کہ ناول "گرنا گرین" پر یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا اور اس میں اور نقائص خواہ کچھ ہوں۔ بہر حال کوئی بات اس قسم کی موجود نہیں۔ جسے ایک مصنف کی شان تحریر کے خلاف سمجھا جائے!!"

ہمارے ناظرین دیکھ سکتے ہیں کہ ڈیلی نیوز اور ماکسس کا اخلاق کس پایہ کا ہے۔ پہلے تو انہوں نے "گرنا گرین" پر زوردار اعتراضات وارد کئے لیکن پھر قانونی مواخذہ کے خوف سے فوراً ہی اپنے اعتراضات کو واپس لینے اور یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے۔ کہ اس میں کوئی بات قابل اعتراض نہیں۔ ہم سوال کرتے ہیں کہ جس صورت میں وہ نابکار مضمون نگار اس بات کو جانتا تھا۔ کہ ناول موصوف کی تحریر میں کوئی بات ایسی نہیں۔ جسے حیا سوز سمجھا جائے تو پھر اس نے اس قسم کا اعتراض کیوں وارد کیا؟ اس نے صریحاً اور عمداً دروغ بیانی کی۔ اور اب اس نے اپنے لفظوں سے اپنے آپکو قابل نفرت و حقارت دروغ گو ثابت کیا ہے ہم ایسے دروغ گو کو سخت مذمت کے قابل سمجھتے ہیں۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ ان اخبارات کی تنقید اس صورت میں کیا وجاہت رکھ سکتی ہے

زیرِ تجویز ریلوے سکیم کے منتظم نے جواب دیا "میں ہر طرح آپ کے مشورہ پر عمل کرنے کو آمادہ ہوں" چنانچہ اُس نے اپنی برجس کی جیب میں ہاتھ ڈال کر چاندی اور پیتل کے کچھ سکے کھنکھنائے پھر کہنے لگا "میں سو دو سو پونڈ آپ کو پیشگی دے جاؤں یا آپ بعد کو سارا حساب بھیجدیں گے؟"

کہ اسے ایک ادنیٰ درجے کے مضمون نگار کو اپنے ادنیٰ تر جذبات کے اظہار کا ذریعہ بنانے کا موقع دیا جائے؟ اُس نقاد کی تحریر کا کیا اثر ہو سکتا ہے۔ جو ہفتہ بھر بعد اپنے آپکو غلط بیانی اور دروغ گوئی کا مجرم تسلیم کرے؟ اور یہ دو اخبارات اُن اصحاب کی ملکیت ہیں جنہوں نے اپنے سب ایڈیٹر مسٹر پاول اور مسٹر ویننگ کو اس وجہ سے موقوف کر دیا کہ اُنہوں نے اخبار میں ایک مقدمہ دیوالہ کی کیفیت درج کی تھی۔ جس کے متعلق زیرِ دیوالہ شخص نے مالکان بریڈبری اور ایونس کو لکھا تھا کہ آپ اس خبر کو درج اخبار نہ ہونے دیں۔

ہم اُمید کرتے ہیں کہ وہ قابلِ نفرت یادہ گو شخص جو اخبارات نیوز اور ماکیرس میں تنقید کا فرض ادا کرتا ہے۔ اپنے ناظرین کی محدود تعداد کے سامنے یہ بیان کرنا ضروری سمجھیگا۔ کہ تین پنس قیمت کے ان دو نو اخبارات کی ابتدا کیونکر ہوئی اور وہ موجودہ حالات تک کس طرح پہنچے۔ اس صورت میں اسے بیان کرنا ہوگا۔ کہ اخبار نیوز کی قیمت پہلے پانچ پنس رکھی گئی تھی اور دعویٰ یہ کیا جاتا تھا کہ جس وقت یہ اخبار شائع ہوا۔ تو دنیا کا کوئی اخبار اس کا مقابلہ نہ کر سکیگا۔ چنانچہ اسی خیال سے اس کے افتتاح کی رسم چارلس ڈکنز کے ہاتھوں ادا کرائی گئی۔ اس کے متعلق دھوم دھام سے اشتہارات شائع کئے گئے۔ لیکن انجام کار کوہ کندن و کاہ برآوردن کی مثال صادق ہوئی۔ کیونکہ جتنا افسوسناک اور قابلِ حقارت پرچہ ڈیلی نیوز ثابت ہوا۔ ایسا بہت کم دیکھنے میں آیا ہوگا۔ سنا ہے کہ ایک دوست نے مشہور بانکے برمل کو درزی سے اپنا کوٹ دکھایا۔ تو وہ اس کے کالر پر انگلی رکھکر کہنے لگا "کیا اسی کا نام کوٹ ہوتا ہے؟" اسی طرح جب اخبار ڈیلی نیوز کا پہلی پرچہ نکلا۔ تو وہ لوگ جنہیں اس کے متعلق بڑی بڑی امیدیں تھیں۔ اس کا پرچہ ہاتھ میں لیکر ایک دوسرے سے پوچھتے تھے "کیا اسی کا نام اخبار ہوتا ہے؟" عرصہ دراز تک اخبار کو گراں قیمت پر چلانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے اس کے مالکان نے جب یہ دیکھا۔ کہ ملک کے سربرآوردہ اخبارات کا مقابلہ کرنا سراسر غیر ممکن ہے تو آخرکار انہوں نے ایک دفعہ یہ فیصلہ کر لیا۔ کہ اخبار کو اُسی قیمت پر فروخت کیا جائے۔ جس کا وہ مستحق ہے۔ چنانچہ اُنہوں نے اس کی قیمت پانچ پنس سے گھٹا کر جھٹ ڈھائی پنس کر دی۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ جو لوگ اب ارزاں لٹریچر کو ناپسند کرتے اور حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ انہیں نے اُس وقت ارزانی کی حمایت کی۔ چنانچہ مسٹر ڈلک کو ویلنگٹن سٹریٹ میں اخبار ایتھینیم کے دفتر سے خاص طور پر طلب کیا گیا۔ مگر اس کی کوششوں سے جو کامیابی حاصل ہوئی۔ وہ آجکل سب دنیا دیکھ رہی ہے حقیقت میں اس مسٹر ڈلک کو اخبارات چلانے کے متعلق اتنی بھی واقفیت نہیں۔ جتنی اُس کے سابقہ اخبار ایتھینیم کو بدزبانی کے متعلق ہے۔ غرض مالکان اخبار کو جلدی ہی معلوم ہو گیا۔ کہ ڈھائی پنس میں بھی اُس اخبار کا چلانا غیر ممکن ہے۔

ایجنٹ اشتہارات کہنے لگا: "مسٹر سٹائلز آپ پیشگی کا خیال نہ کریں یہ معاملہ بالکل معمولی ہے۔ ایک بار کے اشتہارات کی لاگت تین سو پونڈ سے زیادہ نہ ہوگی اور میں یہ مختصر ساحساب آپ کی کمپنی کے سیکریٹری کو اُس وقت بھیج دوں گا جب ڈائرکٹروں کے بورڈ کا پہلا جلسہ منعقد ہوگا۔"

"بہت اچھا بہت اچھا" مسٹر سٹائلز نے کہا۔ اور اس تصفیہ کے بعد ہر دو اصحاب ایک دوسرے سے جدا ہوئے۔ مسٹر سٹائلز وہاں سے رخصت ہو کر گارادے کے قہوہ خانہ میں پہنچا۔ جہاں اُس نے کھڑے کھڑے لنچ کھایا۔ اور اس کے بعد اپنے دفتر واقع کرابی ہال چیمبرز میں چلا گیا۔

باب ۱۳۰ — پرڈیٹا فنٹز ہارڈنگ

مسز اور مس فنٹز ہارڈنگ کو صدر مقام عالم میں وارد ہوئے ایک ہفتہ گذر چکا ہے لیکن اس عرصہ میں انہیں چارلس ہیٹ فیلڈ سے شناسائی پیدا کرنے میں کامیابی حاصل نہیں ہو سکی۔ وہ ان سے اب بھی آتنا ہی ناواقف ہے

چنانچہ پھر اس کی قیمت تین منیں کر دی گئی اور کسی نہ کسی طرح دنیا کو پھانسنے کے لیے اس کا ایک ضمیمہ اکسپریس کے نام سے شام کے وقت شائع کرنا شروع کیا۔ جس کا مضمون سارے کا سارا وہی ہوتا ہے۔ جو صبح کے وقت اخبار ڈیلی نیوز میں چھپ چکتا ہے۔ البتہ "تازہ ترین خبریں" کا عنوان قائم کر کے چند سطور ادھر ادھر سے بھرتی کر دی جاتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈیلی نیوز اپنی کامیابی کے لئے سبھی پاپڑ بیل چکا ہے۔ مگر کسی طرح منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکا۔ اور ایسی انقلاب آشنا ہستی کے لیے جو معلم اخلاق بننے کا دعویٰ کرتا ہے۔ شاید اسی کام میں اُسے زیادہ کامیابی حاصل ہو جاتی۔ مگر حماقت یہ ہوئی۔ کہ یہ ایک ایسے قابل حقارت علم کش کے سپرد کیا گیا۔ جو تقلید اور پھکڑ بازی میں بھی تمیز نہیں کر سکتا۔

سر دست ہم اس سے زیادہ لکھنا نہیں چاہتے ہم نے نیوز اور اکسپریس دونوں اخبارات سے تسلیم کرا لیا۔ کہ وہ دروغ گو اور ریاکار ہیں۔ لیکن ایک بات میں نہیں اپنی شکست کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ آج تک ان اخبارات نے جو کچھ لکھا۔ اُسے ہم اتنا قابل حقارت سمجھتے تھے کہ کبھی ان کا نوٹس لینا پسند نہیں کیا۔ کیونکہ ہم ایسا کرنا کسرِ شان خیال کرتے تھے مگر اب آخر کار ہمیں ان اخبارات کا اپنے رسالہ میں ذکر کر کے اُن کی بلا قیمت شہرت کا ذریعہ بننا ہی پڑا۔ (ماخوذ از رسالہ رینالڈس سلینی نمبر ۵۶)

جیسے اس روز تھا۔ جب ماں بہنی نے اسے پہلے دن لارڈ ایلینگھم کے مکان سے نکلتے دیکھا تھا۔ اگرچہ اب مسز فسز ہارڈونگ نے یہ بات ضرور تحقیق کر لی تھی کہ جس نوجوان کو اس نے اس روز دیکھا۔ وہ چارلس ہیٹ فیلڈ ہی تھا۔

فی الحقیقت وہ بڑھیا لندن میں اپنی آمد کے دن سے اس کام میں جو اس کے پیش نظر تھا۔ غافل نہیں رہی تھی۔ اس کا قاعدہ تھا کہ ہر روز شام کے وقت دو گھنٹے ارل کے مکان کے قریب ادھر ادھر پھرتی رہا کرتی۔ تاکہ اگر وہ جوان گھر سے باہر نکلے۔ تو یہ کسی طرح اس سے سلسلہ کلام شروع کر سکے مگر اتفاق ایسا ہؤا۔ کہ ان ایام میں اس کا غروب آفتاب کے بعد گھر سے نکلنا ہی نہ ہوا۔

ان حالات میں وہ اس فکر میں ہوئی۔ کہ کامیابی حاصل کرنے کے لئے کوئی اور طریقہ اختیار کرے۔ اور شام کی بجائے دن کے وقت ہی اس سے ملے۔ لیکن اسے کوئی نئی ترکیب اختیار کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ کیونکہ آٹھویں شام کو جب وہ پال مال کے بازار میں چکر لگا رہی تھی۔ اس نے رات کے ۹ بجے کے قریب اس جوان کو گھر سے نکلتے دیکھا۔

وہ بلا تامل اس کیطرف بڑھی۔ اور پاس جا کر کہنے لگی "مسٹر ہیٹ فیلڈ کیا آپ چند منٹ کے لئے میری ایک گذارش سن سکتے ہیں؟"

نوجوان نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا تو معلوم ہؤا۔ کہ وہ ایک بدوضع سادہ پوش عمر رسیدہ عورت ہے۔ لیکن چونکہ اس نے اسے جن لفظوں میں مخاطب کیا۔ ان سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ کوئی رذیل یا گداگر عورت نہیں۔ اس لئے اس نے اسے مودبانہ لہجہ میں جواب دیا "ہاں میڈم جو کچھ آپکو کہنا ہو فرمایئے۔ میں شوق سے سننے کو آمادہ ہوں۔ مہربانی سے اس مکان کے اندر تشریف لے آیئے۔ یہ ارل آف ایلنگھم کا مکان ہے۔"

ضمناً ہم یہ بات بھی درج کر دینا چاہتے ہیں۔ کہ بڑھیا ان موقعوں پر عمدہ لباس پہنا کرتی تھی۔ کیونکہ وہ جانتی تھی۔ کہ اگر میں نے عمدہ لباس پہنا۔ اور مجھے کسی پولیس کے سپاہی نے ادھر ادھر آوارہ پھرتے دیکھا۔ تو اسے ضرور تعجب ہوگا۔

بڑھیا چارلس سے مخاطب ہو کر کہنے لگی "مجھے معلوم ہے۔ یہاں کون رہتا ہے لیکن میں چونکہ آپ سے تنہائی میں گفتگو کرنا چاہتی تھی۔ اس لئے میں نے آپ کو بازار میں

روکا جس کے لئے میں معافی کی خواستگار ہوں"۔
چارلس نے جواب دیا" میڈم اگر آپ کسی خاص اہمیت کے سوال پر ہی گفتگو کرنا چاہتی ہیں۔ تو آپ کی معذرت غیر ضروری ہے"۔
"بے شک معاملہ بڑی اہمیت کا ہے" مسز فشر ہارڈنگ نے پراسرار طریق پر اپنے لفظوں پر زور دے کر کہا" لیکن میں آپ سے یہاں سر بازار اس کا ذکر نہیں کر سکتی۔ . ."
چارلس کسی قدر بے صبری سے کہنے لگا" پھر کیا میں آپ سے عرض نہیں کر چکا۔ کہ اس مکان میں تشریف لے چلئے۔ جو میرے عزیز ترین رشتہ داروں کا ہے"
"اور میں بھی یہ عرض کر چکی ہوں۔ کہ میں آپ سے اس معاملہ پر تنہائی میں ہی گفتگو کرنا چاہتی ہوں"۔ بڑھیا نے بڑے استقلال سے جواب دیا" اطمینان رکھئے میں آپ کو کسی مشکل میں پھنسانا نہیں چاہتی۔ اور نہ ہی خیال کیجئے۔ کہ میرا مدعا آپ سے کسی قسم کی مالی امداد طلب کرنے کا ہے"۔
"تو اس صورت میں یہ فرمایئے آپ چاہتی کیا ہیں؟" چارلس نے جلدی سے پوچھا
"صرف ۱۰ منٹ کی پرائیوٹ گفتگو۔ چند نہایت اہم معاملات پر۔ . . جن کا تعلق خود آپ کی ذات سے ہے" مسز فشر ہارڈنگ نے بڑے استقلال کے ساتھ کہا۔ اور اس کے بعد قبل اس کے کہ وہ جوان کوئی اور لفظ منہ سے نکال سکتا۔ اس نے کہا" مسٹر ہیث فیلڈ کسی اور وجہ سے نہیں تو خود اپنے فائدہ کی خاطر غریب خانہ تک جو پاس ہی واقع ہے۔ چلنے کی زحمت فرمایئے . . . کیا آپ کو انکار ہے؟ خیر آپ کی مرضی۔ اس صورت میں ثابت ہوا کہ آپ خود اس خفیہ رنج کا ازالہ نہیں چاہتے۔ جو آپ کے ذہن پر حاوی ہے"۔
"آہ! یہ کیا الفاظ تھے۔ جو میں نے سنے؟" نوجوان نے اس طرح چونک کر کہا گویا کسی چیز نے اس کی روح تک کو مرتعش کر دیا ہو۔
"میرے الفاظ یہ تھے کہ اگر آپ نے میرے ساتھ چلنے میں تامل کیا۔ تو ایک بیش قیمت موقعہ ان اسرار کے حل کا آپ کے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ جن کا آپ کی ذات سے نہایت قریبی تعلق ہے۔ اور اغلب ہے کہ یہ موقعہ پھر کبھی آپ کو نہ

یہ کہتے ہوئے مسز فنٹز ہارڈنگ نے چارلس ہیٹ فیلڈ کی طرف ایک عجیب پر اسرار اور دہشت ناک نظر سے دیکھا۔ جس کا اس نوجوان پر جو پہلے ہی اس کے لفظوں سے بہت متعجب ہو گیا تھا۔ خاص اثر ہوا۔ بڑھیا اپنے دل میں محسوس کرتی تھی۔ کہ تیر نشانہ پر بیٹھا ہے۔ اور مجھے اپنی چال میں ضرور کامیابی حاصل ہو گی۔

ایک منٹ تک خاموشی رہی۔ اور اس کے بعد یکا یک چارلس کہنے لگا۔

"آخر آپ کون ہیں اور آپ کو میری نسبت کیا معلوم ہے؟" اس کے انداز سے پایا جاتا تھا کہ وہ حیرت تعجب اور کشمکش و پیچ کی حالت میں ہے۔

بڑھیا نے کہا "میرا نام فنٹز ہارڈنگ ہے اور مجھے آپ کی نسبت سارے اور مکمل حالات معلوم ہیں ... اس قدر جن کا آپ کو شبہ بھی نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس سے زیادہ میں ایک لفظ بھی یہاں پر زبان سے نہیں کہوں گی۔ اب اس کا فیصلہ آپ پر ہے کہ آپ میرے ساتھ جانا چاہتے ہیں یا نہیں ..."

"خیر میڈم۔ میں آپ کے ساتھ چلنے پر آمادہ ہوں"۔ چارلس ہیٹ فیلڈ نے فیصلہ کن لہجہ میں کہا "بتائیے آپ کا مکان کہاں پر واقع ہے؟"

وہ بولی "ہم صرف پانچ منٹ کے عرصہ میں وہاں پہنچ جائیں گے"۔

اس کے بعد دونوں چپ چاپ سنگ سٹریٹ پال مال کی طرف ہو لئے چارلس دل میں اس بات پر حیران ہو رہا تھا۔ کہ یہ عورت کون ہے۔ وہ مجھے کیا بتا سکتی ہے۔ اور اسے وہ اہم واقفیت جس کا وہ مجھ سے ذکر کرنا چاہتی ہے کیونکر حاصل ہوئی قدرتی طور پر اس کے دل میں خیال پیدا ہوا۔ کہ جو باتیں یہ اجنبی عورت ظاہر کرنا چاہتی ہے۔ ان کا تعلق ان پر اسرار معلومات سے ہے۔ جو اسے بعض خطوط اور دستاویزات کے ذریعہ حاصل ہوئی تھیں۔ لیکن اس کو تعجب اس بات کا تھا۔ کہ ایک ایسی عورت کو جس کا نام تک آج سے پہلے مجھے معلوم نہ تھا۔ میرے خاندان کے اسرار سے کیونکر خبردار ہوئی۔ کبھی تو اس کے جی میں آتی۔ کہ جو کچھ ہو رہا ہے۔ وہ مجھے کسی مشکل میں مبتلا کرنے کی سازش کا حصہ ہے۔ اور چونکہ وہ سن چکا تھا۔ کہ لنڈن کے مختلف حصوں میں کئی خوفناک مقامات اس قسم کے ہیں۔ جہاں بھولے بھالے نوجوانوں کو اغوا کر کے انہیں خطرات میں

مبتلا کیا جاتا ہے۔ اس لئے ڈرتا تھا کہیں موجودہ حالت میں بھی کوئی ایسا ہی دام فریب نہ بچھایا جا رہا ہو۔ مگر جب وہ سوچتا کہ یہ عورت ضرور کہیں پاس ہی رہتی ہے۔ کیونکہ وہ کہہ چکی تھی۔ کہ میرا مکان صرف چند منٹ کے فاصلہ پر ہے پھر جب وہ اس کی عزت دار صورت کی طرف دیکھتا اور سوچتا کہ اس کے اطوار و لہجہ میں شرافت کی جھلک پائی جاتی ہے۔ اور سب سے زیادہ جب وہ اس کے اپنے خاندان کی پراسرار تاریخ سے خبردار ہونے کے سوال پر غور کرتا۔ تو اپنے آپ کو ان اندیشوں کے لئے ملامت کرنے لگتا۔ اور اس بات کا مصمم ارادہ کر لیتا تھا کہ ضرور اس معاملہ کی تہ تک پہنچنا چاہئے۔

اس نے اس بارہ میں آخری فیصلہ کیا ہی تھا۔ کہ مسز فشر ہارڈنگ سفک سٹریٹ کی طرف مڑی۔ اور قریباً ایک لحہ آگے چلکر اس نے ایک خوشنما مکان کے دروازہ پر تحکمانہ انداز سے دستک دی۔ معاً ایک خوش پوش خادمہ نے دروازہ کھولا۔ اور چارلس ہیٹ فیلڈ بڑھیا کے پیچھے پیچھے ایک فراخ زینہ پر چڑھنے لگا۔ جس کے سرے پر ایک بت ہاتھ میں لمپ لئے ایستادہ تھا۔ پہلی منزل پر پہنچکر مسز فشر ہارڈنگ نے ایک دروازہ کھولا۔ اور کہنے لگی۔ "مسٹر ہیٹ فیلڈ آپ اس کمرہ میں بیٹھئے۔ میں چند منٹ میں حاضر ہوتی ہوں"۔

چارلس اندر داخل ہوا۔ اور فوراً ہی کمرہ کا دروازہ بند ہو گیا۔

اس نے اپنے آپکو ایک خوشنما آراستہ کمرہ میں پایا۔ جس کے اندر آتشدان پر مومی شمعیں جل رہی تھیں۔ اور ان کی روشنی ایک قدِ آدم آئینہ میں منعکس تھی۔ جا بجا تازہ اور خوش نما پھولوں کے گلدستے سجے ہوئے تھے۔ جن کی خوشبو سے سارا کمرہ مہک رہا تھا۔ اور ایک جانب میز پر ایک چھوٹے سے بلوریں حوض میں سنہری اور روپہلی مچھلیاں تیرتی نظر آتی تھیں۔ بند کھڑکیوں کے آگے پردے کھنچے ہوئے تھے۔ مگر اس کے باوجود اس گرم موسم میں بھی کمرہ کی ہوا سرد اور فرحت بخش تھی۔

یہ سب باتیں چارلس ہیٹ فیلڈ نے کمرہ میں داخل ہو کر فوراً ہی دیکھ لیں۔ اور اس کے بعد اس کی توجہ اس وجود پر مرکوز ہو گئی۔ جسے اس کمرہ کی ساری دلچسپیاں

کا مرجع کہا جائے۔ تو بے جا نہ ہوگا۔ وہاں اُس کمرہ میں صوفہ پر نیم خواب اور نیم نشست کی حالت میں ایک ایسی ماہرو دراز تھی۔ جس کے حسن سحر افروز کا اُسکے خواب میں بھی خیال نہیں آسکتا تھا۔ بارہا کوئی افسانہ یا نظم پڑھتے ہوئے چارلس نے اس کی ہیروان کا تصور اعضا کی موزونیت اور خط و خال کی دلفریبی کے اعتبار سے نہایت مکمل صورت میں کھینچا تہا۔ لیکن تخیل کی کوئی وسیع ترین پرواز بھی اس قسم کی دلفریب اور چکاچوند پیدا کرنیوالی صورت کا نقشہ قائم نہیں کر سکتی۔ جیسی اس وقت اس کمرہ میں اس کی متحیر نگاہوں کے سامنے پیش تھی۔ زنانہ حسن کا وہ ایک ایسا مکمل نمونہ تہا۔ جو دیکھنے والے کے خون میں حدت پیدا کر کے شراب ناب کی طرح خمار پیدا کرتا اور اسے دنیا و مافیہا سے غافل بنا دیتا ہے۔

چارلس ہیسٹ فیلڈ نے اُس فرشتہ نما جنسی صورت کو دیکھا تو اس کے سینہ میں ناقابل بیان جذبات اور تیز خواہشات کا ہجوم پیدا ہوگیا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اس وقت پرڈیٹا کا حسن دہ چند نمایاں تہا۔ اس نے پیازی ململ کی پوشاک پہن رکھی تہی۔۔۔ چہاتی کے قریب اس قدر کٹی ہوئی کہ گردن اور شانوں کی سفیدی صوفہ کی گہری ارغوانی مخمل کے مقابلہ میں چکاچوند پیدا کرتی تہی۔ ابھری ہوئی چہاتی نیم برہنہ اور بال سیاہ کے گچھے کھل کھل کر گردن اور شانوں پر حلقہ زن تھے۔ آب تاب میں وہ ریشم کی چمک کو ماند کرتے تھے۔ اور ان کی سیاہی سرخ و سپید بدن پر عجیب اثر دلفریبی پیدا کر رہی تہی۔ موٹی آنکھوں میں خمار آمیز سرور نمودار تہا اور اس کے نیم وا غنابی ہونٹوں کے اندر موتیوں کی دو سپید اور ہموار لڑیاں اتنی بے عیب اور اسی قدر شاندار موجود تھیں جن کی مثال بمشکل دی جا سکتی ہے۔ چہرہ کی ہلکی سی ملاحت اطالوی حسن کا نمونہ پیش کرنے والی تہی۔ اور رخسارہ اپر دہ سرخی نمودار تہی۔ جو صحت شباب اور طبعی گرمجوشی کی دلیل بہی جاتی ہے۔ بازو ننگے تھے ۔۔۔ اور وہ بازو اتنے سپید ایسے گداز اور اتنے موزوں تھے کہ معلوم ہوتا تہا۔ قدرت نے انہیں طلبگاران عشق کو اپنی گرفت میں لینے کیلئے ہی بنایا ہے۔ ایک پاؤں صوفہ پر رکہا ہوا تہا۔ اور دوسرا ایک خوشنما تپائی پر۔ اس طرح پر جب چارلس ہیسٹ فیلڈ نے ایک نظر میں اُس کے خوشنما

اور دلفریب خط و خال اور شاندار جسم کے موزون اعضا کو دیکھا تو اسے ایسا معلوم ہوا۔ کہ اس فوق الفطرت ہستی کے گرد عیش پرستی کا ایک ہالہ نمودار ہے۔ اور حسن کی خوشبو اس کے بدن سے خارج ہو کر ہر دیکھنے والے پر خمار آمیز اثر پیدا کرتی ہے

معلوم ہوتا ہے اس شوخ نے چارلس کے سیڑھیوں پر چڑھنے کی آواز سن لی تھی۔ اور اسی لئے اس نے عمداً ایسی صورت اختیار کی۔ کہ کوئی جانے وہ دفعتاً مضطرب ہو گئی ہے۔ لیکن تھا اس کا لباس اور ادائیں بادی النظر میں درجہ تہذیب سے گری ہوئی معلوم ہوتیں۔ مگر اس لحاظ سے کہ اس کی خلوت میں خلل اندازی ہوئی انہیں قابل معافی سمجھا جا سکتا تھا۔ پس جس وقت وہ اس جوان کیطرف بظاہر بنظر استعجاب سے دیکھ رہی تھی۔ وہ خود کامل تحیر کے ساتھ اس کی صورت دیکھنے میں محو تھا۔ جب کہ وہ اس دلربا انداز سے عمداً اگرچہ بظاہر بلاقصد دراز تھی۔ چارلس اسی دروازہ کے قریب کھڑا۔ جہاں سے اس نے اس کی صورت کو اول مرتبہ دیکھا تھا۔ عالم حیرت میں محو تھا۔ یہ نظارہ جس میں اس حسینہ کا حصہ مصنوعی مگر خود اس جوان کا حقیقی تھا۔ قریباً ایک منٹ قائم رہا۔ اور اس عرصہ میں پرڈیٹا کو اس شکیل جوان کی صورت اس سے زیادہ غور سے دیکھنے کا موقعہ مل گیا۔ جب اس نے لندن میں اسے اپنے ورود کے پہلے دن پال مال میں دیکھا تھا۔ دوسری طرف چارلس ہیٹ فیلڈ حسن و جمال کے اس نادر مجسمہ کو جو اس کے تخیل کی پرواز بعید سے بھی بلند و بالا تھا۔ اور جسے اگر وہ بصورت تصویر دیکھتا تو شاید ناممکن العمل سمجھتا۔ اسے مبہوت ہو کر دیکھتا رہا۔

اس جگہ ہم پھر یہ بیان کر دینا چاہتے ہیں۔ کہ اس وقت کی خوش پوش اور نظر فریب ساحرہ اس شکستہ حال گداگر عورت سے جسے اول مرتبہ ہمارے ناظرین نے لندن کی طرف آنیوالی سڑک پر دیکھا تھا۔ بالکل ہی مختلف تھی آہ! پرڈیٹا تو خوب جانتی ہے کہ اس دلفریب صورت میں تو کتنے خطرات سے پُر تھی!... تو ایک سانپ تھی۔ مگر خوشنما جلد لئے ہوئے... ایک شیطان تھی

جس نے نہایت پاکباز فرشتہ کی صورت اختیار کر لی ہو۔۔۔ تو عیش مجسم تھی لیکن اس صورت میں جو زاہدانِ شب بیدار کو جنت کی راہ سے ورغلا کر جہنم کی طرف لیجاتی ہے!

اس طرح اس حسینہ کی طرف بغور دیکھتے رہنے کے بعد وہ جوان جسے اس کے سم آلود اثرات میں عمداً پھنسایا گیا تھا۔ اس قدر سنبھلا۔ کہ یہ محسوس کر کے شاید میں غلطی سے کسی اور کمرہ میں داخل ہو گیا ہوں۔ جہاں میری مداخلت سراسر بے جا ہے۔ اس سے معافی کا خواستگار ہوا۔

وہ کان ربا کہنے لگی "صاحب کسی معذرت کی ضرورت نہیں۔ جس خاتون کا آپ ذکر کرتے ہیں۔ کہ وہ آپکو یہاں لے کر آئی۔ میری والدہ ہے جو غالباً تبدیل لباس کے لئے اپنے کمرہ میں گئی ہے۔ اس لئے آپ اس کی واپسی تک اسی کمرہ میں تشریف رکھیں۔"

مگر اس دعوت کے باوجود چارلس ہیٹ فیلڈ "ہم بکم" اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔ وہ چند قدم آگے کی طرف بڑھا۔ دوبارہ رک گیا۔ آواز جو اس کے کانوں تک پہنچی۔ ایسی دلفریب۔ اتنی جان بخش اور ایسی ہم آہنگ تھی کہ اس نے اسکی روح میں ناقابل بیان جذبات راحت پیدا کر دئے۔ اور وہ اس قدر محو حیرت ہوا۔ کہ ایک لفظ بھی زبان سے نہ کہہ سکا۔

اب پرڈیٹا صوفہ سے اٹھی۔ اور قریب ہی رکھی ہوئی ایک کرسی کی طرف اشارہ کر کے اس نے اس جوان سے پھر ایک بار بیٹھنے کی درخواست کی۔ اس کے ساتھ ہی اس ادا سے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ اور لبوں پر ایسی دلفریب مسکراہٹ پیدا کی۔ کہ وہ اس کے سحر حسن اور ترنم خیز آواز کے نغمہ جان بخش کے زیر اثر مخمور متوحش اور مجذوب ہو کر رہ گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اپنے فوق الفطرت حسن کی باخبری نے پرڈیٹا کو وہ تمام انداز اور ادائیں سکھا دی تھیں جو کسی خوبصورت عورت میں کشش و سحر پیدا کر سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ اس نے ایسے آداب شائستگی اختیار کرنے سیکھ لئے تھے کہ معلوم ہوتا تھا وہ کسی نہایت اونچے خاندان سے تعلق رکھنے والی ہے۔ اور اس کا مدت

دراز تک بلند طبقات کے ساتھ سیل رہا ہے

جس کرسی کیطرف پرڈیتا نے اشارہ کیا تھا۔ چارلس ہیٹ فیلڈ اس پر بیٹھ تو گیا۔ مگر اس کی آنکھیں اس حسینہ کی طرف ہی لگی رہیں۔ جو بظاہر اس کے اندر ایک عجیب اثر دلکشی پیدا کر چکی تھی۔ وہ اس کے بیٹھ جانے کے چند سیکنڈ بعد تک بدستور کھڑی رہی۔ موم بتیوں کو اس طرح بدلتے ہوئے۔ گویا اس کے خیال میں وہ آئینہ کے قریب تر رکھی ہوئی تھیں۔ اس نے ایسی صورت برخاست اختیار کی۔ کہ اب اس جوان کو اس کے خوشنما بدن کے سارے اعضا پورے طور پر دیکھنے کا موقعہ مل گیا۔ یعنی راج ہنس کی ایسی محراب دار گردن ابھری ہوئی دلفریب چھاتی مخروطی صورت کی نازک کمر۔ گداز اور گول بازو فراخ اور نمایاں کولھے۔ نہایت خوشنما پاؤں اور ٹخنے...

اس طریقہ پر وہ فتنہ خیز عورت جس کے سارے انداز قدرتی معلوم ہوتے تھے حالانکہ جو کچھ وہ کر رہی تھی۔ اس میں ایک مدعائے خاص پیش نظر تھا۔ اس جوان پر ایسا اثر قائم کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ جس کی اسے خواہش تھی۔ چنانچہ اب چارلس ہیٹ فیلڈ اپنے سینہ میں اس قسم کے جذبات محسوس کرنے لگا۔ جس سے وہ آجتک لاعلم تھا اس کے جی میں آتی تھی کہ اپنی جگہ سے تیزی کے ساتھ اٹھکر اس دلفریب صورت کو بازوؤں میں لے لوں اور بے اختیار اسے بوسے دیتے ہوئے یہ کہوں "اے جان جہان معاف کر میں دیوانہ ہوں... میرے جذبات نے مجھے مخمور کر دیا ہے"

اس کے جذبات کو خوب برانگیخت کر کے پرڈیتا پھر صوفہ پر بیٹھ گئی اور کہنے لگی۔ "میری والدہ ابھی چند منٹ میں آئی جاتی ہیں۔ اتنے میں آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ صبر سے کام لیں۔ کیونکہ مجھے اندیشہ ہے۔ میری موجودگی کو آپ چنداں موجب تفریح نہیں پائیں گے۔"

"یہ غیر ممکن ہے"! چارلس نے بڑے زور کے ساتھ کہا۔ اور اسمی کے بعد یہ محسوس کر کے کہ ایک ایسی عورت کے سامنے جو میرے لئے بالکل اجنبی ہے اس قسم کا فیصلہ کن اور سرگرمانہ لہجہ اختیار کرنا آداب تہذیب سے بعید ہوگا۔ وہ آہستگی سے کہنے لگا۔ "میرا خیال ہے۔ کہ میں آپ کی تنہائی میں مخل ہوا... میرا مطلب یہ ہے... کہ میری آمد سے... آپکو ضرور کچھ برہمی ہوئی..."

پرڈیٹا کہنے"۔ بلاشبہ مجھے اس بات کا علم نہ تھا۔ کہ والدہ کو کسی ملاقاتی کی آمد کا انتظار ہے۔ اس لئے معافی کا خواستگار اُلٹا مجھے ہونا چاہئے کہ آپ نے مجھے اس کاہلی اور کسل کی صورت میں دیکھا۔ مگر اس کی وجہ یہ ہے کہ جب سے میں لندن میں آئی ہوں۔ یہاں کی آب و ہوا طبیعت میں سستی پیدا کرنے والی ثابت ہو رہی ہے۔ کیونکہ اس سے پیشتر آج تک میرا دیہات میں ہی رہنا ہوا ہے۔۔"

"تو کیا مس فنشر ہارڈنگ آپ کو لندن میں رہتے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گذرا؟" چارلس نے اُسے محض سرسری طور پر مس کے لفظ سے مخاطب کرتے ہوئے کہا ورنہ اب تک اُسے یہ معلوم نہ تھا۔ کہ وہ شادی شدہ ہے یا کنواری۔

"ہمیں اس شہر میں آئے صرف ایک ہی ہفتہ ہوا ہے" اس پری رو نے اس انداز سے جواب دیا۔ جس سے نوجوان کو یقین ہو گیا۔ کہ اس نے ابھی تک شادی کر کے اپنے آبائی نام کو تبدیل نہیں کیا۔ اور یہ امر قابل ذکر ہے کہ اس دریافت نے اُسی آن اس کی روح میں ایک ناقابل بیان جذبہ راحت پیدا کر دیا۔ اگرچہ اس کے ساتھ ہی اس کے دل میں یہ بھی خیال آیا۔ کہ میں اپنے طرز عمل سے لیڈی فرانسس ایلنگھم سے بیوفائی کر رہا ہوں۔ پھر سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے پرڈیٹا نے کہا۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا۔ ہمیں لندن میں آئے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گذرا۔ اور ہماری آمد کی باعث بعض ضروری نجی معاملات ہیں۔ جو والدہ کو درپیش تھے۔ چونکہ اُن معاملات کے انصرام کے سلسلہ میں ہمیں کچھ عرصہ لندن میں رہنا پڑے گا۔ اس لئے ہم نے اپنے لئے یہ مکان کرایہ پر لیا ہے۔ خود مجھے لندن میں رہنے کا چنداں افسوس نہیں۔ کیونکہ اگرچہ اس کی آب و ہوا طبیعت کو دبانے والی ہے اور یہاں کا دھواں اور شور و غل موجب انتشار ثابت ہوتا ہے۔ تاہم اس میں کئی دلچسپیاں بھی ہیں۔۔"

چارلس پرڈیٹا کے خوشنما چہرہ کو غور سے دیکھتے ہوئے جس نے اپنا رخ عمداً دوسری طرف کو اس لئے پھیر لیا تھا۔ کہ وہ اسے انتہائے حیاداری پر محمول کرے۔ کہنے لگا۔ "مس فنشر ہارڈنگ معلوم ہوتا ہے۔ اس تھوڑے عرصہ میں ہی آپ نے دیہات پر لندن کی زندگی کو ترجیح دینا شروع کر دیا ہے۔"

اُس شوخ نے اپنی نگاہیں پھر چارلس کیطرف پھیر دیں اور اس انداز سے مسکرائی

کداس کے چمکدار دانت صاف طور پر نظر آنے لگے۔ پھر وہ بولی "میں نے آپ کے عظیم الشان شہر کو اس قدر دیکھ لیا ہے۔ کہ میں اس کی پرجوش مداح بن چکی ہوں۔ لیکن ابھی میں اسے اور بھی زیادہ دیکھنے کی آرزومند ہوں۔ اور مجھے افسوس ہے کہ میری خواہش آسانی سے پوری نہیں ہوسکتی کیونکہ لندن میں ہمارا سوائے اپنے وکیل کے اور کوئی شناسا نہیں۔ ہم یہاں پر بالکل اجنبی ہیں۔ اور یہ صریحاً نامناسب ہوگا۔ کہ ہم اپنے وکیل سے درخواست کریں کہ وہ ہمیں اپنے ساتھ تھیٹر یا اور مقامات تفریح میں لے جائے۔ جہاں خواتین کے لئے کسی مرد کی معیت میں جانا ہی موزوں ہوسکتا ہے۔"

مس فنشر ہارڈنگ کیا یہ ممکن ہے۔ کہ آپ بھی نگران کی ضرورت محسوس کرتی ہیں؟" چارلس ہیٹ فیلڈ نے پھر اپنی گرمجوشی کیوجہ سے اس قسم کا لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔ جو اس صورت میں کہ ایک اجنبی شخص نا واقف جوان عورت سے مخاطب ہو۔ نامناسب سمجھا جاسکتا ہے۔ کم از کم یہی بات اس نے ان الفاظ کو زبان سے ادا کرکے فوراً ہی اپنے دل میں محسوس کی۔

"ہاں یہ بالکل ممکن ہے۔" پرڈیٹا نے ملائم اور دردناک لہجہ میں جواب دیا "ویانا میں تو بہت لوگ ہمارے دوست تھے۔ مگر اس جگہ۔"

اور یہ کہکر وہ فتنہ ساز فقرہ کو نامکمل ہی چھوڑتے ہوئے جھک کر اس انداز سے اپنا رومال اٹھانے لگی۔ گویا اسے اپنی آنکھوں سے لگانا چاہتی ہے۔ خود چارلس بھی آداب اخلاق کے مطابق اسے اٹھانے کو آگے جھکا۔ اس حرکت میں دونوں کے بال ایک دوسرے سے آمیز ہو گئے۔۔۔ ان کے رخسار بھی ایک دوسرے سے قریب تر پہنچے۔ چارلس نے اپنے توحش اور پریشانی میں اس فعل کو محض اتفاقی سمجھا۔ اگرچہ حقیقت میں وہ مکار اور بے باک پرڈیٹا کی طرف سے قصداً ظہور میں آیا تھا۔

اور وہ قرب!۔۔۔ ایک حسین و جمیل قتالہ عالم اور ایک شکیل و وجیہ سادہ لوح جوان کا وہ قرب اپنے اندر برقی تاثیر رکھتا تھا۔ چارلس ہیٹ فیلڈ کو ایسا معلوم ہوا۔ گویا اس کی رگوں میں سیال آتش بہہ رہی ہے۔۔۔ وہ مہک جو اس حسینہ کے

ملائم بالوں سے خارج ہو رہی تھی۔ ۔ ۔ وہ ملائمت جو ان بالوں کی آمیزش سے اس کو محسوس ہوئی۔ ۔ ۔ وہ دلفریب حرارت جو ان پھول کے ایسے رخساروں کے قریب نے پیدا کی۔ ۔ ۔ اور سب سے بڑھ کر ابھری ہوئی چھاتی کا وہ ہوشربا نظارہ جو اس ملکہ حسن کے جھکنے سے پیدا ہوا۔ یہ باتیں اس نوجوان کے دماغ میں ایسے تیز جذبات اور اس کے سینہ میں اس قسم کا تلاطم پیدا کرنے والی تھیں۔ جو ان کو بے اختیار اور بے بس بنا کر اس میں دیوانگی کا سا عالم پیدا کردیتی ہیں۔

لیکن اس حالت میں بھی اس نے بدقت اپنے حواس کو برقرار رکھا۔ اور شکستہ لفظوں میں معذرت کے طور پر کہنے لگا۔ "مس فنز ہارڈنگ ۔ ۔ ۔ اگر آپ اسے میری نامناسب جرأت پر محمول نہ کریں تو ۔ ۔ ۔ تو میں خوشی سے آپ کو ۔ ۔ ۔ اور آپکی والدہ کو اپنی ناچیز خدمات پیش کرسکتا ہوں۔" جیسا کہ ناظرین سمجھ سکتے ہیں۔ "والدہ" کا لفظ اس نے محض ازراہ ادب کہہ دیا۔ ورنہ دل میں تو اس حسینہ کی ہی لگن تھی۔

یہ الفاظ زبان سے نکال دینے کے بعد جو اس نے عاقبت بینی کو فراموش کرکے کہہ دیئے تھے۔ اور جن کا موجب حقیقت میں وہ واقعات تھے۔ جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ وہ فوراً ہی اپنے دل میں پشیمانی محسوس کرنے لگا۔ اور اگر اس کے لئے کسی طرح ان الفاظ کو واپس لینا ممکن ہوتا۔ تو ضرور وہ انہیں واپس لے لیتا۔ کیونکہ یہ الفاظ کہتے ہی اس کے ذہن میں عصمت مآب اور حسین لیڈی فرانسس اپلنگہم کا تصور پیدا ہوگیا۔ اور خیال آیا۔ کہ میرے لئے جو اس فرشتۂ عصمت کے ساتھ محبت کے قول و قرار کرچکا ہوں۔ ایک ایسی جوان عورت سے جس سے میں بالکل ناواقف ہوں۔ اس قسم کے وعدے کرنا اور ایسی توجہات سے پیش آنا سراسر معیوب اور نامناسب ہے۔ اُسے یاد آگیا کہ میرے اوقات فرصت کسی اہم معاملات کے لئے موقوف ہیں۔ اس لئے اس قسم کا وعدہ کرنا سراسر ناعاقبت اندیشی اور حماقت پر مبنی تھا۔

پرڈیٹا نے بھی معلوم کرلیا۔ کہ اس کے دل میں کیا خیالات گذر رہے ہیں۔ کم از کم اس نے یہ بات محسوس کرلی۔ کہ اب وہ اپنے الفاظ کو جنہیں وہ بے تحاشا زبان سے کہہ چکا تھا۔ واپس لینے کا آرزومند ہے۔ اگرچہ خود اس حسینہ کو اس

وعدہ سے دلی خوشی حاصل ہوئی تھی۔ کیونکہ وہ اس کی مرضی کے عین مطابق تھا ان حالات میں اس نے اس بات کا مصمم ارادہ کر لیا۔ کہ مجھے جو یہ نادر موقعہ حاصل ہوا ہے۔ میں اس سے پورے طور پر فائدہ اٹھا کر اس سادہ لوح جوان کے شکوک کو رفع اور اس کے تامل کو مغلوب کر کے اسے غلامی کی اس زنجیر میں مضبوطی کے ساتھ کس لوں۔ جو ابھی سے اس کے غیر معمولی حسن اور مکر و فریب کی بدولت اس جوان کے گرد حلقہ زن ہو چکی تھی۔

پس اپنا ملائم اور گرم ہاتھ اس نوجوان کے ہاتھ پر رکھ کر اور اپنا چہرہ اس کے چہرہ کے اتنا قریب لے جا کر کہ اس کا معطر سانس اس جوان کے رخساروں سے مس ہوتا تھا۔ وہ بظاہر دلی اشتیاق کے لہجہ میں کہنے لگی "مسٹر ہیسٹ فیلڈ آپ کی یہ عنائت اس قدر فیاضانہ اور اتنی غیر متوقع ہے۔ کہ میں حیران ہوں۔ اس کے جواب میں سوائے حقیقی اظہار ممنونیت کے اور کیا عرض کروں۔ چونکہ آپ نے کھلے دل سے مجھ ناچیز پر ایک ایسی مروت کی ہے۔ جس کی مجھے دلی آرزو تھی۔ اس لئے اگر میں آپ کی اس عنائت آمیز درخواست کو منظور کرنے میں تامل یا پس و پیش کروں تو سمجھا جائیگا۔ میں ایک افسوسناک تصنع سے کام لے رہی ہوں۔ پس اے صاحب میں اس عنایت کو شکریہ کے ساتھ قبول کرتی ہوں۔ اور یہ عرض کرنا اپنا فرض سمجھتی ہوں۔ کہ اپنے آپ کو ناچیز مس فینی ہارڈنگ کا دوست قرار دیتے ہیں... کیونکہ آئندہ میں بہر حال آپ کو ایک دوست ہی سمجھونگی۔ آپ کوئی ایسا فعل نہیں کر رہے ہیں۔ جو کسی طرح آپ کی ذات والا صفات کے لئے خدانخواستہ موجب تذلیل ہو۔... بالکل نہیں۔ کیونکہ میری والدہ کا ایک قدیم اور مشہور کنبہ سے تعلق ہے۔ جس کے اراکین میں کئی صاحب عز و جاہ اعیان گذرے ہیں اور اگر وہ دیوانی مقدمہ جس کی پیروی کے لئے ہمیں لندن آنا پڑا ہے۔ ہمارے حق میں فیصل ہوا۔ تو ہمیں ایک عظیم رقم جو سالہا سال سے فراہم ہوتی رہی ہے مل جائے گی..."

ان صریح غلط بیانیوں کو اپنی زبان سے کامل انداز صداقت کیساتھ ادا کرتے ہوئے پرڈیٹا نے اپنا ہاتھ بدستور اس جوان کے ہاتھ پر اور اپنا دلکش

چہرہ اُس کے چہرہ کے قریب رکہا۔ اس کے ساتہہ ہی اُس کی آنکھوں کیطرف ایک ایسی نگاہ سے دیکہا۔ جس میں جذبات لطیف ملائمت اور تصور عشق کا عجیب اشتراک تہا۔

اب پھر ایک بار اس جوان کے حواس سنجیدہ جواب دینے لگے اور اس اثر سحر کے ماتحت جو اس حسینہ نے ذراسی دیر میں اُس پر قائم کر لیا تہا۔ بے بس ہو کر وہ بغیر سوچے سمجھے بولا "مس فنشر ہارڈنگ۔ میں خوشی اور فخر کے ساتہہ آپ کی دوستی قبول کرتا ہوں . . . لیکن آپ نے ابھی مجھے میرے نام سے مخاطب کیا تہا۔ حالانکہ میرے خیال میں آپ کو آج شام میرے یہاں آنے کی متعلق امید نہ تہی۔ اس صورت میں مجھے تعجب ہے۔ کہ آپ کو میرا حقیر نام کیونکر معلوم ہو گیا"

پرڈیا جو ایک کامل ریاکار عورت کی طرح جیسی کہ وہ تہی ہر ایک سوال کا جواب دینے کو آمادہ تہی۔ کہنے لگی "مجھے اچھی طرح پر معلوم تہا۔ کہ میری والدہ ایک ضروری کام کے لئے آپ سے ملنا چاہتی ہیں۔ پس جس وقت میں نے آپکو اس کمرہ میں داخل ہوتے دیکہا۔ تو میں نے سمجہا۔ آپ [illegible] چارلس [illegible] ہی ہونگے"

"مگر کیا آپ اُس کام کی نوعیت سے بے خبر ہیں۔ جس کے لئے مسز فنشر ہارڈنگ مجھ سے ملنا چاہتی تھیں؟" نوجوان نے پوچہا۔ اور اب وہ حیران تہا۔ کہ بوڑھی عورت اب تک واپس کیوں نہیں آئی۔

پرڈیا نے جواب دیا "مجھے اس معاملہ کی ایک حد تک خبر تو ہے۔ لیکن میں التجا کرتی ہوں۔ مجھ سے کاروباری معاملات کا ذکر نہ کیجئے گا۔ کیونکہ لفظ کاروبار کے نام سے ہی مجھے نفرت ہے۔ گو یہی اندیشہ ہے اس قسم کے خیالات رکہنے کی وجہ سے آپ مجھے ایک بیوقوف اور خود سر لڑکی خیال نہ کریں"

"اوہ! میں تو آپ کو فرشتہ حسن سمجہتا ہوں"۔ چارلس نے اُس اثر راحت کو مغلوب کرنے سے قاصر رہ کر جو اُسے اپنی بہاؤ میں لئے جا رہا تہا کہا۔

پرڈیا اپنے رفیق کی طرف شوخی کی نگاہ سے دیکھ کر جبکہ اُس کی آنکھیں تیزی سے چمک رہی تھیں۔ اور اس کے سینہ میں تلاطم نمودار تہا۔ کہنے لگی "لندن

میں آنے سے پیشتر مجھے بتایا گیا تھا۔ کہ صدر مقام کے مرد بے سمجھ جوان عورتوں کی مبالغہ آمیز تعریف کر کے انہیں خوش کیا کرتے ہیں۔ اس لئے میں حیران ہوں۔ آپ کے تعریفی کلمات کو کن معنوں میں سمجھوں۔"

چارلس نے اسی طرح اپنی دلی امنگوں کے جوش میں بے بس ہو کر کہا۔"تو کیا یہ پہلا موقعہ ہے۔ کہ کسی نے آپ کو اس لاجواب حسن کا یقین دلایا؟"

"نہیں صحیح طور پر پہلا تو نہیں"۔ پرڈیٹا نے ایسے قابل تعریف انداز سے کہا۔ کہ اُس کے رفیق نے اُس بیان کو حرف بہ حرف صحیح سمجھا۔" دیہات میں ایک نوجوان شریف مرد۔۔۔ یا یوں کہنا چاہئے۔ ایک امیر نے جس کا میں نام لینا نہیں چاہتی مجھ سے شادی کی درخواست کی تھی۔ وہ بھی میری بہت تعریف کرتا تھا۔۔"

"پھر کیا آپ نے اُس کی درخواست منظور کر لی؟ کیا اس سے آپ کی منگنی قرار پا چکی ہے؟" چارلس نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔

پرڈیٹا نے جواب دیا۔"نہیں دونوں میں سے ایک بات بھی نہیں ہوئی۔ میرے دل میں اُس کے لئے ذرا بھی محبت نہ تھی۔ اس لئے میں نے اس اعزاز کی قبولیت سے انکار کر دیا۔ والدہ اس بات پر بہت ناراض ہوئی۔ اور کہنے لگی۔ اس زمانہ کی لڑکیاں کتنی خودسر اور ڈھیلی ہیں۔ ایسے اچھے بر کو چھوڑ کر معلوم نہیں تم اور کیا لوگی۔ لیکن میں اپنی ضد پر قائم رہی۔ ہاں مسٹر ہیٹ فیلڈ!" اُس نے شوخی سے دوبارہ کہا میں نے اپنی ضد کو نہیں چھوڑا۔ کیونکہ" اُس نے یکایک اپنے انداز میں سنجیدگی پیدا کرتے ہوئے کہا:" کیونکہ جہاں میرا دل نہیں مانتا۔ وہاں میں اپنا ہاتھ کس طرح پیش کر سکتی ہوں؟"

"مس فٹنز ہارڈنگ آپ کا فیصلہ حد درجہ قابل تعریف تھا۔" چارلس نے کہا۔" سچی محبت کے بغیر شادی کرنے سے انسان کو کبھی خوشی حاصل نہیں ہو سکتی۔ لیکن میں سوچتا ہوں۔ آپ ایسی حسین خاتون ہو۔ اور اُس کے اندر ایسے اعلےٰ خیالات اور اتنے بلند اصول پائے جائیں۔ پھر بھلا اُس شخص کے برابر کون صاحب نصیب ہو سکتا ہے۔ جس سے وہ شادی کرنا منظور کرے؟"

"مسٹر ہیٹ فیلڈ اب آپ پھر میری بے جا تعریف کر رہے ہیں"۔ پرڈیٹا نے

نگاہیں نیچی کرکے اور رخساروں پر حیا کی سرخی لاتے ہوئے... کیونکہ اس فتنہ ساز عورت میں یہ صفت بھی موجود تھی۔ کہ جب چاہے اپنے آپ کو ایک حیادار عورت ثابت کرسکتی تھی۔ کہا۔ پھر وہ سلسلہ کلام جاری رکھ کر کہنے لگی ”حقیقت یہ ہے کہ آج تک۔ میری ایک بھی ایسے مرد سے ملاقات نہیں ہوئی۔ جو میرے خیالات کو پورے طور پر سمجھ سکتا۔ یا جس کے خیالات کو میں اپنے خیالات کے مطابق پاتی۔ میں دیہات کی رہنے والی سادہ مزاج عورت۔ صداقت اور صاف بیانی کو پسند کرتی ہوں ... اس فیاضانہ صاف بیانی کو جو فریقین میں دوستانہ تعلقات قائم کرنے اور تکلفات مٹانے کا موجب ثابت ہوتی ہے۔ میرا عقیدہ یہ ہے کہ رواجی آداب انسان کے دل پر نہایت برا اثر ڈالتے ہیں کیونکہ جہاں پر حقیقی امنگوں کا اظہار ہونا چاہیے وہاں ان سردمہری کے تکلفانہ آداب کی بدولت کئی طرح کی پابندیاں عائد کرنی پڑتی ہیں۔ معاف فرمائیے میں اپنے منشا کو وضاحت سے بیان نہیں کرسکتی۔ لیکن میرے کہنے کا مقصد کم و بیش یہ ہے۔ کہ میں پہلی نظر میں ہی دوستی قائم ہونے کی قائل ہوں...“

”اور پہلی نظر میں ہی محبت قائم ہونے کی بھی؟“ چارلس ہیٹ فیلڈ نے بڑی گرمجوشی سے کہا۔

”ہاں پہلی نظر میں محبت قائم ہونے کی بھی“ پرڈیٹا نے پھر ایک بار اپنے سر کو جھکا کر اور رخساروں پر حیا کی سرخی پیدا کرکے گہری آہ کھینچتے ہوئے آواز دبا کر کہا۔

”پھر کیا آپ نے میری اس درخواست کو کہ میں آپ کو اپنے ساتھ مقامات تفریح میں لے جایا کروں گا۔ اس لئے منظور کیا تھا۔ کہ آپ کے دل میں میرے متعلق پہلی نظر میں ہی دوستانہ خیالات پیدا ہو گئے؟“ چارلس نے سوال کیا۔

پرڈیٹا اس کی طرف خوشی اور حیرت کے مشترکہ انداز سے دیکھ کر بولی ”صاحب کس لئے آپ ان باتوں کی تہ تک پہنچتے ہیں؟ ۔ جو کچھ بھی ہوا۔ اسے اسی کی حالت پر رہنے دیجئے“

”دلفریب حسینہ کیا آپ میرے اس سوال سے آزردہ ہو گئی ہیں؟“ چارلس نے پوچھا۔

نہیں مسٹر ہیسٹ فیلڈ میں اتنی متلون مزاج نہیں ہوں۔ کہ ذرا سی بات پر اظہار ناراضگی کرنے لگوں۔ لیکن آپ جانیں مجھ جیسی صاف گو عورت میں بھی تھوڑا سا جذبہ تکبر موجود ہو سکتا ہے۔ اور میں اس وقت تک اپنی دوستی کا اقرار کرنے پر آمادہ نہیں ہو سکتی۔ حتیٰ کہ فریق ثانی کی طرف سے بھی اس کا اعتراف ہو۔"

"اور اگر میں سچے دل سے عزت کی قسم کھا کر اس بات کا اقرار کر لوں۔ کہ میں نے جو درخواست کی تھی۔ وہ پہلی نظر میں ہی دوستی قائم ہونے کے اصول کے مطابق تھی۔ تو آپ اس کا کیا جواب دینگی ؟" چارلس نے جلدی سے پرشوق لہجہ میں پوچھا۔

ریاکار حسینہ فرش کی طرف دیکھتے ہوئے اپنے پاؤں سے قالین کو اس طرح ٹھکراتے ہوئے جس سے اس کا نازک ٹخنہ نمودار ہو گیا۔ اور اس کی سفید شفاف جلد باریک ریشمی جرابوں کے اندر سے نظر آنے لگی۔ بولی "آپ کے اقرار کا جواب غالباً میں بھی اثبات میں ہی دوں گی"۔

چارلس کچھ کہتا کہتا رک گیا۔ اپنی طرف سے وہ اس حسینہ کی دوستی کا اقرار کرنا چاہتا تھا۔ لیکن پھر سوچتا تھا کہ یہ اقرار لیڈی فرانسس ایلنگھم کے حق میں بیوفائی اور غداری سے کم نہ ہوگا۔

پرڈیتا تاڑ گئی کہ اسے کسی بات میں تامل ہے اور اب اس نے اس کے جذبات کو بھڑکانے کی ایک نئی چال اختیار کی۔ تپائی کو اس طرح درست کرتے ہوئے گویا اسے اپنے پاؤں کے لئے زیادہ موجب آسائش بنا رہی ہے۔ اس نے ایسا انداز اختیار کیا جس میں اس کی خوشنما چھاتی اس جوان کے سامنے پورے طور پر نمودار ہو گئی سادہ لوح چارلس اس حرکت کو بھی سراسر خالی از تصنع و رقدرتی تصور کرتا تھا۔ اور اب وہ اس تازہ نمود حسن سے اس قدر جوش میں بھرا کہ اس وقت اگر شیطان نمودار ہو کر پرڈیتا کو اس کے حوالہ کرنے کی قیمت اس کی روح بھی طلب کرتا۔ تو اسے انکار کرتے بن نہ آتی۔

"مس فنیر ہارڈنگ" آخرکار اس نے کہا۔ اور اب اس کی آواز دبی ہوئی اور زبان جذبات کی حدت سے خشک تھی" ایک مرد شریف کی حیثیت میں میں قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ میں نے تھوڑا عرصہ پیشتر آپ سے جو درخواست کی تھی۔ وہ دوستی کے

کے خیالات پر ہی مبنی تھی۔ ایسی دوستی جو ایک لمحہ میں میرے اندر پیدا ہو گئی۔ اور جس نے میرے دل میں یہ احساس ظاہر کیا۔ کہ آپ کو ساتھ لے کر مقامات تفریح میں جانا میرے لئے ناقابل بیان راحت و مسرت کا موجب ہوگا۔ آپ نے فرمایا تھا۔ میں صاف گوئی اور راست بیانی کو اپنا شعار سمجھتی ہوں۔ یقین کیجئے کہ یہی میرا حال ہے۔ اور اس کا ثبوت دینے کے لئے میں ایک ایسی بات عرض کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔ جس سے شاید آپ ناراض ہو جائیں۔ بہر حال یہ امر واقعہ ہے کہ اس وقت سے کہ جب میں نے اول مرتبہ اس کمرہ میں قدم رکھا۔ اس وقت تک میرے دل نے ایسی لذات محسوس کی ہیں۔ جن کا احساس اس سے پیشتر اسے کبھی نہیں ہوا تھا۔ میں نے اپنی بےخودی میں آپ کو فرشتہ حسن کے لقب سے مخاطب کیا تھا۔ اور میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ اتنا سریع اور اس قدر زوردار اثر پیدا کرنا جیسا میرے اندر ہوا ہے۔ کسی فرشتہ حسن کے سوا دوسرے کا کام نہیں۔ پرڈیو میں اپنے آپ کو ایک ایسے سحر میں مسحور دیکھتا ہوں۔ جس سے کوئی راہ نجات نہیں۔۔۔ دلفریب حسینہ یہ حقیقت حال ہے اور اس صاف گوئی کے لئے میں پھر آپ سے معافی کا خواستگار ہوں"۔

پرڈیتا کہنے لگی "یقین فرمائیے۔ کہ میرے دل میں ناراضگی کے لئے جگہ نہیں"۔ پھر اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ کر۔۔۔ کیونکہ فتنہ ساز عورت اس جوان کے دماغ میں تیز تر جذبات بھڑکا کر اس کی حالت جنوں تک پہنچانے کی آرزومند تھی۔ اور اپنا چہرہ اس انداز سے اس کے قریب لا کر کہ وہ اس کی موٹی دلربا آنکھوں کو بغور دیکھ سکے۔ وہ بولی "آپ نے جو کچھ کہا۔ اس کے بعد مجھ پر بھی لازم آتا ہے کہ پوری راست بیانی سے جواب دوں۔ پس مسٹر ہیٹ فیلڈ میرا جواب یہ ہے۔ کہ اگر میرے اپنے دل میں آپ کی طرح پہلی نظر میں ہی دوستی کا احساس پیدا نہ ہو جاتا۔ تو میں آپ کی اس درخواست کو منظور ہی نہ کرتی۔۔۔ پھر میں آپ سے اس بےتکلفی کے ساتھ گفتگو نہ کرتی۔ اور نہ آپ میری سرشت سے اس مختصر عرصہ میں اتنی واقفیت حاصل کر سکتے۔ جس قدر کہ آپ نے حاصل کی ہے"۔

"اوہ! یہ راحت میری انتہائی امیدوں سے بڑھ کر۔۔۔ سر اسٹاف توقع سے الہیٰ تو خوب جانتا ہے کہ اس کے زیر اثر میری نگاہوں میں خیرگی پیدا ہو رہی ہے اور

دماغ پر ایک پردہ سا ساری ہوتا جا رہا ہے۔ میں [illegible] متعجب اور متحیر ہوں۔ لیکن اس پردہ تاریکی میں بھی جو میرے دماغ پر چھا رہا ہے۔ روشنی کی ایک تیز شعاع مجھے نظارہ جنت دکھا رہی ہے۔ حسین خاتون آپ نے دوستی کا لفظ کہا۔ مگر آہ! کیا ان لبوں سے دوستی کا لفظ ادا ہونا خطرناک نہیں؟ کیا ان دلوں میں جذبہ رفاقت کی نمود تشویش سے خالی سمجھی جا سکتی ہے؟"

"صاحب آپ اس قسم کی باتیں کر رہے ہیں۔ جن سے خیال پیدا ہوتا ہے کہ آپ اپنے فعل پر نادم ہیں"۔ پرڈیٹا نے ہلکی سی ملامت کے لہجہ میں کہا۔ "کیا اسی کا نام صاف گوئی اور راست بیانی ہے؟ مسٹر ہیٹ فیلڈ اگر آپ کو دوستی کے اس اقرار پر ذرا بھی تاسف ہو۔ تو میں بخوشی آپکو اس وعدہ سے جواب کر چکے ہیں۔ آزاد کرتی ہوں۔ میرے لئے آپ کا وہ وعدہ اگر آپ ایسا چاہیں۔ اب بھی نفی کے برابر ہستی رکھتا ہے۔ کیونکہ خدا جانتا ہے میرے اندر اتنا تکبر ضرور ہے کہ میں کسی کو خلاف مرضی اس کے کسی وعدہ کا پابند رکھنا نہیں چاہتی"۔

جس وقت وہ دلنواز حسینہ یہ الفاظ کہہ رہی تھی۔ تو اس کی تاب حسن نے ایک نئی صورت اختیار کی۔ تبدیل ہیئت اور تغیر انداز کی اُن صفات سے کام لے کر جو پرڈیٹا سے مخصوص تھیں۔ اس نے فوراً ہی اپنے اندر نخوت اور جلال کی نئی شان پیدا کر لی چشم زدن میں وہ حسینہ جو زہرہ کی طرح نرم مزاج حلیم اور عیش کی متوالی نظر آتی تھی۔ خوفناک پُر رعب اور دیسی ہی مغرور بن گئی۔ جیسا علم الاصنام میں جونو کو خیال کیا جاتا ہے۔ اس میں اب محبت کی دیوی کی سی ملائمت باقی نہ تھی۔ بلکہ وہ ملکۂ آسمان کی طرح پُر شکوہ اور مشتری کے برابر پُر جلال اور آتش مجسم نظر آنے لگی تھی۔

اس کی آنکھوں سے چنگاریاں نکل رہی تھیں۔ اس کے رخساروں پر سرخی چھا چکی تھی۔ نتھنے پھولے ہوئے۔ بالائی ہونٹ بل کھائے ہوئے۔ اور گردن سے تکبر آمیز رعونت نمودار تھی۔ چھاتی اس زور سے متلاطم تھی گویا وہ اس باریک چولی کو پھاڑ کر نکل جائیگی۔ جو اپنی نشیب ساخت کی وجہ سے اُسے صرف جزوی طور پر ہی چھپائے ہوئے تھی۔ وہ اب تک بیٹھی ہوئی تھی اور قامت میں بھی متوسط سے زیادہ نہ تھی۔ مگر اس متحیر اور مرعوب جوان کو اس وقت اس کی قامت ہیبتناک اور اس کا انداز شاہانہ معلوم ہوتا،

کبھی ریا کاری نے دنیا میں ایسی عظیم کامیابی حاصل نہیں کی ہوگی۔ اور نہ کبھی مکر
فریب ایسی غالب ثابت نہ ہوئی ہوگی جیسی اس وقت ہوئی۔ اس ملکہ حسن کے جلال اور
رعب سے خائف ہوکر چارلس ہیٹ فیلڈ جو اس برہمی کو اپنے نادانستہ کلام سے منسوب
کرتا تھا۔ فوراً ہی اس مغرور اور متکبر حسینہ کے سامنے دو زانو ہوگیا۔ اور اس کے دونوں ہاتھ
اپنے ہاتھوں میں لے کر انہیں پے در پے بوسے دیتے ہوئے التجا کے انداز سے کہنے
لگا۔ "راحت آفرین حسینہ میں آپ سے دلی معافی کا خواستگار ہوں"۔

"معافی!" پرڈیتا نے اپنے ہاتھوں کو ان لبوں سے ہٹانے کی کوشش نہ کرتے
ہوئے کہا۔ جن کے ساتھ وہ لگے ہوئے تھے۔ پھر بولی "اے صاحب اطمینان رکھیے
اگر آپ سچے دل سے معافی کے خواستگار ہیں۔ تو مجھے بھی تہ دل سے منظور کرنے
میں تامل نہیں"۔ یہ کہتے ہوئے آن واحد میں اس کا انداز اور صورت بالکل تبدیل
ہوگئی۔ اور جس وقت چارلس ہیٹ فیلڈ نے دوبارہ اس ساحرہ کے چہرہ کی طرف
دیکھنے کی جرأت کی۔ تو اسے معلوم ہوا کہ اس کے رخساروں پر سرخی تو موجود ہے۔ مگر
وہ سرخی غصہ کی نہیں۔ آنکھوں میں چمک بھی بدستور قائم ہے۔ مگر ان کا وہ قہر آلود
انداز رخصت ہوچکا ہے۔

اپنی جگہ سے اٹھ کر اور پرڈیتا کے قریب صوفہ پر بیٹھتے ہوئے۔ اس کے ہاتھ
بھی اپنے ہاتھوں سے اس کی گرفت ہٹا کر۔ مبادا وہ ناراض ہوجائے۔ ناعاقبت اندیش
نوجوان نے جو اپنے جذبات عشق کا شکار ہوچکا تھا ہلکی آواز سے کہا۔ "ہماری واقفیت
کو ایک گھنٹہ سے زیادہ نہیں گذرا۔ مگر اس عرصہ میں ہی ہم دوستی کا باہم عہد کر چکے ہیں
کیا یہ امر واقعہ نہیں ہے؟"

"بےشک ہے"۔ خطرناک عورت نے جو اپنی چالوں کو شاطرانہ انداز سے چل
رہی تھی کہا۔ "لیکن میں پھر پوچھتی ہوں۔ آپ کو اس وعدۂ رفاقت پر تاسف تو نہیں
ہے؟ ... آپ کو آئندہ تاسف تو پیدا نہ ہوگا"؟

"بالکل نہیں! بالکل نہیں!" ہیٹ فیلڈ نے زوردار لہجہ میں جواب دیا۔ "اور اب
میں سمجھتا ہوں۔ ہمارے اندر اتنی گہری رفاقت قائم ہوچکی ہے۔ گویا ہم عہد طفلی سے
ایک دوسرے کے شناسا ہوں۔ ملکہ حسن آج سے تمہارے لئے میرا نام فقط چارلس

ہے۔ اور میرے لئے تمہارا۔۔۔؟"

"پرڈیٹا" اُس حسینہ نے جواب دیا۔

"آہ! کتنا پیارا عجیب گر خوفناک نام ہے!" نوجوان نے کہا "بے شک پرڈیٹا آج سے ہم ایک دوسرے کے گہرے دوست ہو چکے۔ مگر اب کہ ہمارے درمیان یہ عجیب وغریب دوستی قائم ہو گئی ہے۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ کن عجیب خیالات یا حالات کے زیر اثر تمہارا ایسا عجیب وغریب نام رکھا گیا؟"

"بچپن میں جب میں بالکل چھوٹی تھی۔ اور مجھے بپتسمہ بھی نہیں دیا گیا تھا میں گم ہو گئی یا یوں کہنا چاہیے۔ کہ چند لوگ مجھے چرا کر لے گئے تھے۔" پرڈیٹا نے اپنے عجیب غریب نام کے متعلق یہ فرضی قصہ اس غرض سے پیش کرتے ہوئے کہا۔ کہ اس سے نام کی دلفریبی اُس نوجوان کے دل میں اور بھی زیادہ ہو جائے "اور جب میرے والدین مجھے جپسیوں سے واپس لینے میں کامیاب ہو گئے۔ تو انہوں نے میرا نام پرڈیٹا رکھا۔ جس کے معنی "گم گشتہ" کے ہیں"۔

چارلس اور زیادہ مفتون ہو کر کہنے لگا " دلفریب حسینہ تمہارے سارے حالات اپنے اندر ایک عجیب دلچسپی اور کشش رکھتے ہیں مجھے تم ایک فوق الفطرت ہالہ میں گھری ہوئی نظر آتی ہو۔ تمہارا حسن بہترین زنانہ حسن سے اتنا مختلف اور اس قدر ارفع ہے ... تمہاری آواز اپنے اندر نغمہ موسیقی کا ایسا دلفریب اثر رکھتی ہے ... تمہاری داستان زندگی آغاز سے اتنی عجیب پُراسرار اور موثر ہے ... تمہاری طبیعت اس قدر بے باکانہ اور اتنی صاف ہے کہ تمہارے ساتھ غیر معمولی کم عرصہ میں دوستی قائم ہو جانا ذرا بھی تعجب خیز نہیں اس کے علاوہ تمہارے وجود میں کوئی ایسا اثر سحر۔ کوئی ایسی کشش کوئی ایسی لفریبی پوشیدہ ہے کہ اے دلنواز ساحرہ تم اگر دنیا کے سب سے زیادہ نیک اور پابند فرض انسان کو بھی گمراہ کرنا چاہو۔ تو ذرا مشکل نہیں"۔

"چارلس قسام ازلی نے ہماری طبیعتوں کو ایک دوسرے کے عین حسب حال بنایا ہے" پرڈیٹا نے اُس جوان کا ہاتھ انداز شکر گذاری کے ساتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اس طرح چھاتی کیطرف لے جاتے ہوئے گویا یہ بھی معصوم خوشی کے اظہار کا ایک ذریعہ ہو کہا "ہماری طبیعتیں ایک دوسرے کے عین حسب حال ہیں۔ اور میں سمجھتی ہوں

کہ قدرت نے مجھے اس ہستی سے ملا دیا ہے۔ جس کی مجھے آج تک تلاش تھی اور جواب تک مجھے نہیں مل سکی تھی سچ پوچھو تو میرے دل میں آج تک سچی دوستی یا حقیقی محبت کا جذبہ پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔ اور یہ بیشتر میں نے تمہارے روبرو دیہات میں رہنے والے اپنے جن دوستوں کا ذکر کیا۔ وہ بھی صرف ان معنوں میں دوست ہیں جن میں اصطلاحی طور پر دنیا ہمارے شناساؤں کو قرار دیتی ہے۔"

"پرڈیٹا۔ میری عزیز پرڈیٹا" چارلس نے بڑی گرمجوشی سے کہا "جو کچھ بھی ہو ہماری دوستی بہرحال دائمی ثابت ہوگی۔"

"اور میں یہ سمجھوں۔ کہ کل پھر تم مجھ سے ملنے آؤ گے؟" جوان عورت نے جسکی آنکھوں میں اس قسم کی عیش پرستی کی چمک نمودار تھی۔ گویا دن اور رات کے جذبات راحت کا ان کے اندر اشتراک ہو۔ پوچھا

"ضرور اور بیشک" چارلس نے اس انداز سے کہا۔ گویا یہ سوال پوچھنا ہی غیر ضروری تھا۔ "اور اب پرڈیٹا میں تم سے رخصت ہوتا ہوں۔ تاکہ اس ملاقات کی راحتوں کے اپنے تخیل میں مزے لوں۔"

اتنا کہہ کر اس نے پرڈیٹا کا ہاتھ اپنے ہونٹوں سے لگایا۔

اور جب وہ باہر نکلا۔ تو جام راحت کا ایسا خمار اس کے دماغ پر چھا دیا تھا کہ وہ بیان نہیں کر سکتا تھا میں کیا ہوں اور کدھر جا رہا ہوں۔

باب ۱۳۱ چارلس اور پرڈیٹا

بازار میں پہنچکر چارلس ہیٹ فیلڈ مجنونانہ انداز سے تیز قدم اٹھاتا پرڈیٹا کی دلفریبیوں اور صنعت کاریوں کے زیر اثر لڑکھڑاتا اپنے دل میں ایک ایسا ناقابل بیان جذبہ راحت محسوس کرتا ایک طرف کو چلنے لگا۔ گویا کوئی فوق الفطرت ہستی اُسے دنیا سے اٹھا کر چند لمحوں کے لئے جنت میں لے گئی ہو۔ اور اس جنت کی یاد اب تک اس کے دل میں تازہ ہو۔ اگر وہ کسی ایسے جلسہ دعوت سے واپس آتا۔ جہاں اس کا سر کسی دلنواز حسینہ کی چھاتی پر ہوتا۔ اور نازک ہاتھ اسے مے ناب کے چھلکتے ہوئے بلوریں جام

پلاتے تو یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اتنا جوش اتنا خمار اور اتنی وحشت پھر بھی اس پر طاری نہ ہوتی جیسی اب تھی۔

لیکن جلد ہی اس میں مراجعانہ اثرات بھی نمودار ہونے لگے اس میں شک نہیں کہ وہ وقت آہستگی کے ساتھ اور دیر کے بعد آیا۔ مگر اس کا اثر اتنا ہی زیادہ زور دار تھا۔

چلتے چلتے وہ سینٹ جیمز پارک میں پہنچ گیا۔ اور ایک تنہا مقام پر اپنے تصورات کی دلفریبیوں میں محو تھا کہ یکایک خیال آیا مسز فنز ہارڈنگ نے جو بات کہنے کا وعدہ کیا تھا۔ وہ تو اب تک معلوم نہیں ہوئی۔ فی الحقیقت اس وقت کے بعد کہ وہ اس کمرہ میں پہنچا۔ جہاں وہ ایک اجنبی حسینہ کے ہاتھ دوستانہ تعلقات پیدا کر آیا تھا۔ اس نے بوڑھی عورت کی صورت دیکھی ہی نہیں تھی۔

باغ کے جس حصہ میں وہ اس وقت موجود تھا۔ وہاں نسبتاً تاریکی تھی۔ مگر اس نے جیب سے گھڑی نکال کر اس کی سوئیوں کو غور سے دیکھا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ پرڈیٹا کی صحبت میں دو گھنٹے گذر گئے۔

دو گھنٹے! حالانکہ یہ وقت اُسے بمشکل ۱۰ منٹ کے برابر طویل معلوم ہوا تھا اس کے ساتھ ہی اب اُس کی قوت استدلال واپس آنے لگی اور اس نے اپنے آپ سے کئی طرح کے سوالات پوچھنے شروع کئے۔

اس نے دل میں سوچا "آخر اس مکان میں مجھے کس لئے بھیجا گیا۔ کیا اس لئے کہ اس بوڑھی عورت کی زبانی مجھے کوئی خاص حالات معلوم ہونے تھے یا محض اس لئے کہ مجھے اس حسینہ کی راہ میں ڈالنا مطلوب تھا؟ کیا میں اسے شریر النفس عورتوں کی چال سمجھوں۔ یا خیال کروں کہ مسز فنز ہارڈنگ کسی خاص باعث سے دوبارہ میرے پاس نہ آسکی۔ میں سخت حیران ہوں اور نہیں جانتا کہ کیا خیال کروں۔ اگر وہ بری عورتیں ہوتیں۔ اور ان کے مقاصد قابل اعتراض ہوتے تو یقیناً پرڈیٹا یہ کہتی کہ ہم ہر طرح فارغ البال ہیں۔ اور ممکن ہے عنقریب دولتمند ہو جائیں۔ لیکن پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اُس جوان عورت کو جو اتنی خوبصورت . . . اس قدر ناقابل بیان اور سحر آمیز طریق پر خوبصورت ہے کیا ضرورت تھی۔ کہ مجھ سے جو اس کے لئے بالکل اجنبی ہوں

دائمی رفاقت کے قول و قرار لیتی! - افسوس! افسوس! میں کتنا بے وقوف ہوں۔ کہ بغیر سوچے اُس سے وعدہ رفاقت کر لیا۔ الٰہی تو نے دنیا میں ایسے حسینوں کو پیدا کیوں کیا! آہ! وہ وقت کتنی مدہوشی اور بے خبری کا تھا ... لیکن ممکن ہے۔ خود اُس کے ساتھ بھی بیتی ہو ... آہا! یہ خیال ظاہر کرتا ہے۔ کہ میں کتنا خود پسند ہوں۔ مگر یہ امر بھی تو قابل ذکر ہے کہ عورت ایک عجیب متلون مزاج ہستی ہے۔ اس میں دفعتاً عجیب و غریب خیالات پیدا ہو جاتے ہیں۔ اگر ایسا ہو تو ثابت ہوا کہ پرڈیٹا کو ضرور مجھ سے محبت ہے ... وہ مجھ سے گہری محبت رکھتی ہے ... اور میں خود بھی تو دیوانہ وار اُس کے عشق میں مبتلا ہوں"

ان خیالات کے پیدا ہوتے ہی اُس کے دل میں ایک درد سا اُٹھا اور اُس کے ضمیر نے اُسے اُس بیوفائی اور غداری کے لئے ملامت شروع کی جو اُس کی طرف سے لیڈی فرانسس الینگھم کے متعلق ہو رہی تھی۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ اپنے ذہن میں اُس حسینہ کے حیا آمیز حسن کا پرڈیٹا کے مغرور اور بے باک جمال سے مقابلہ کرنے لگا۔

غرض چارلس ہیٹ فیلڈ نے اُس عجیب نظارہ پر جو سفک سٹریٹ میں پیش آیا تھا۔ جتنا زیادہ غور کیا اُتنی ہی زیادہ اُسے اپنی ذات سے بے اطمینانی محسوس ہونے لگی دل نے کہا جو کچھ مجھ سے ہوا وہ ناعاقبت اندیشی حماقت اور بے سمجھی پر مبنی تھا۔ لیکن جن باتوں کے لئے اُسے تاسف محسوس ہوتا تھا۔ اُن کی تہ میں ایک ایسی دلکش راحت بھی موجود تھی۔ جو پشیمانی کا احساس پیدا نہ ہونے دیتی تھی۔ یہ امر واقعہ ہے۔ کہ اپنے دل میں وہ اس بات کا اعتراف کرنے پر مجبور تھا کہ اگر کسی طرح گذشتہ دو گھنٹوں کا عرصہ دوبارہ پیش آئے۔ تو میرا طرز عمل اب بھی وہی ہو۔ جو پہلے تھا کیونکہ جس وقت پرڈیٹا کی صورت نگاہ کے سامنے آتی ... جب اُس کی دلفریبیاں اُس کا بے عیب حسن اُس کے تکلم کا دلربا انداز اور اس کی شیریں آواز کی یاد تازہ ہوتی۔ تو اُس کے دماغ میں پھر جنون پیدا ہو جاتا! اُس کی رگوں میں پھر خون گرم ہو کر تیزی کے ساتھ بہنے لگتا۔ اور اپنے دل میں اُسے محسوس ہوتا کہ اگر وہ ایک حسین عورت کی بجائے شیطان نسائی ہوتی۔ تو میں اُس کے ہاتھ اپنی روح تک فروخت کرنے پر آمادہ ہو جاتا۔

بہت ویران الجھنوں میں رہنے کے بعد آخرکار جب وہ ایلنگہم ہوس میں پہنچا۔ تو رات بہت جا چکی تھی اور وہ سیدھا اپنے کمرہ میں گیا۔ مگر باوجود کوشش کے نیند کی رغبت نہ ہوتی تھی۔ یوڈیتا کی تصویر اب بھی اس کی نگاہوں میں پھر رہی تھی۔ اور اگر رات اتنی زیادہ نہ گذر چکی ہوتی۔ تو وہ یقیناً مسز فنٹر ہارڈنگ سے ملاقات کے بہانہ ضرور دوبارہ سنگک سٹریٹ میں جاتا۔

دیر تک کروٹیں لیتے رہنے کے بعد آخر جب اس کی آنکھ لگی۔ تو وہی خوشنما تصویر خواب میں بھی نظر آتی رہی۔ کیا دیکھتا ہے کہ میں اسی حسینہ کے پہلو میں صوفہ پر بیٹھا ہوں اور وہ میرے سینہ پر اپنا خوشنما سر رکھے نیم آغوش کی سی حالت میں بیٹھی ہوئی ہے۔ اس پری کا چہرہ جس پر سرخی اور جذبات عشق نمودار تھے۔ اس کے اپنے چہرہ کی طرف اٹھا ہوا تھا۔ بہت دیر تک دونو اسی حالت میں رہے۔ کسی کی زبان سے ایک لفظ بھی نہ نکلا۔ نگاہوں میں ہی اظہار عشق ہوتا رہا۔ پھر ایسا معلوم ہوا۔ کہ وہ جھک کر اس کے لبوں کا بوسہ لینے لگا ہے۔ لیکن دفعتاً وہ خوبصورت چہرہ عجیب و غریب طریق پر بدلنے لگا۔ وہ غیر معمولی طور پر لمبوترا ہو گیا۔ اور اس نے ایک خوفناک ہیئت کذائی اختیار کرلی۔ کسی نامعلوم سحر کے زیر اثر اس کی آنکھیں اس بدلی ہوئی صورت کی طرف لگی رہیں۔ اور اب اس نے دیکھا کہ وہ نازک اور ملائم بدن جو اس کے آغوش میں تھا۔ تبدیل ہو رہا ہے دیکھتے دیکھتے اس وجود نے جو اتنا خوشنما اتنا دلفریب اور اتنا پیارا تھا۔ ایک خوفناک سانپ کی سی صورت اختیار کرلی۔ اس کے ساتھ ہی چارلس کے منہ سے ایک ہولناک چیخ نکلی اور اس کی آنکھ کھل گئی۔

اس نے دیکھا تو سورج کی خوشنما اور فرحت آمیز شعاعیں کمرہ میں داخل ہو رہی تھیں۔ اور اسے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی۔ کہ اس کا والد چارپائی کے قریب کھڑا تھا۔

مسٹر ہیٹ فیلڈ نے اپنے بیٹے کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔ "چارلس معلوم ہوتا ہے۔ تم نے کوئی بہت ناگوار خواب دیکھا ہے۔"

"جی ہاں۔ بڑا ہی خوفناک خواب تھا۔" نوجوان نے خواب کی کیفیت کو یاد کرکے کانپتے ہوئے کہا۔

اس کے والد نے نرمی اور ملائمت کے لہجہ میں پوچھا۔ "مگر کیا۔ وہ خواب ان خیالات

سے مختلف تھا۔ جو عالم بیداری میں تمہارے دل میں رہا کرتے ہیں؟"
چارلس نے اپنے والد کو حیرت کی نظر سے دیکھا۔ اُس کا چہرہ سرخ ہوگیا اور اُس نے محسوس کیا کہ ان کا اس طرح سویرے ہی میرے کمرہ میں آنا خالی از علت نہیں۔ اس کا تعلق ضرور ان معاملات سے ہے۔ جس کے متعلق ناظرین کو معلوم ہے کہ کچھ عرصہ سے وہ ہر وقت اس جوان کے دماغ پر حاوی رہتے تھے۔ یعنی وہ خاندانی اسرار جو عجیب و غریب طریق پر اُسے معلوم ہوگئے تھے۔
سلسلہ کلام جاری رکھ کر مسٹر ہیٹ فیلڈ نے کہا" بے شک چارلس میں سمجھتا ہوں۔ ضرور کوئی بات تمہارے ذہن پر حاوی ہے۔ تمہارے طور و اطوار سے بھی اس خیال کی تصدیق ہوتی ہے۔ گذشتہ ہفتہ سے میں دیکھ رہا ہوں تم اتنے خوش اور بے فکر نظر نہیں آتے۔ جیسے پیشتر ہوا کرتے تھے اور اگرچہ تم نے اپنی پریشانی کو پوشیدہ رکھنے کی بہت کوشش کی ہے تاہم تمہاری یہ بدلی ہوئی حالت مجھ سے اور تمہاری والدہ سے چھپی نہیں رہی۔ اس لئے چارلس! میں درخواست کرتا ہوں۔ تم صاف طور پر مجھے بتا دو۔ تمہارے دل میں کیسے تفکرات ہیں؟ کیا ان کا تعلق اس بات سے ہے۔ کہ تمہیں معلوم ہوگیا ہے۔ ہم تمہارے دور کے رشتہ دار نہیں۔ اور والدین ہیں؟"۔
"پیارے والد! آپ کیا فرماتے ہیں!" نوجوان نے گھبرا کر کہا "اس دریافت نے تو الٹا مجھے خوش و خرم بنا دیا تھا۔ جس کا میں آپ کے سامنے سچے دل سے اقرار کر چکا ہوں"
"تو پھر کیا باعث ہے کہ تم غمگین اور پریشان نظر آتے ہو؟" مسٹر ہیٹ فیلڈ نے فکر کے ساتھ پوچھا۔
"غمگین اور پریشان"! چارلس نے سرسری طور پر انہی لفظوں کو دہراتے ہوئے کہا "ہاں بیٹا اور میں دیکھتا ہوں۔ اس وقت بھی۔۔!"
"اس وقت بھی!" چارلس نے دوبارہ اپنے والد کے لفظوں کو دہراتے ہوئے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اُس کے خیالات سفاک سٹریٹ کی طرف مبذول ہوگئے۔ کیونکہ وحشتناک خواب کے اثر سے اُس کے ذہن میں ایسی پریشانی پیدا ہوگئی تھی جو اس سے پہلے موجود نہ تھی۔

"ہاں میں اس بات کو محسوس کرتا ہوں کہ اس وقت بھی تم کسی گہری فکر میں مبتلا ہو۔ تمہارے خیالات غیر معین ہیں اور تمہاری آنکھوں سے اس قسم کی وحشت برستی ہے۔ جیسے مجھے خوف زدہ کر رہی ہے۔" مسٹر ہیتھ فیلڈ نے زوردار لہجہ میں باصرار کہا۔ اس لئے چارلس میں دوبارہ تم سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ جن حالات نے تمہارے مزاج میں یہ برہمی پیدا کر دی ہے۔ اُن کی کیفیت سے مجھے لاعلمی میں نہ رکھو۔"

نوجوان اب کسی قدر سنبھل گیا تھا۔ لیکن نہیں جانتا تھا کہ ان سوالات کا کیا جواب دے۔ کہنے لگا۔ "پیارے والد آپ ناحق اس معاملہ میں اصرار کرتے ہیں یقین کیجئے۔ اگر آپ مجھ سے اس قسم کے سوالات نہ پوچھیں۔ تو اسی میں دونو کی بہتری ہے۔"

"بخلاف ازیں چارلس!" مسٹر ہیتھ فیلڈ نے زیادہ سنجیدگی اور استقلال کے لہجہ میں کہا۔ "اگر تم ہمیں اُن بواعث سے جو تمہارے تفکرات کا موجب ہیں۔ خبردار کر دو۔ تو اس سے میری اور تمہاری والدہ کی تسکین ہو جائے گی۔ تم نے ابھی بیان کیا تھا۔ کہ میری پریشانی کا باعث وہ دریافت نہیں۔ جو تمہیں اپنی ولدیت کے متعلق پرنس آف مونٹونی کے جلوس کے دن ہوئی تھی۔ اس لئے ظاہر ہے کہ اس پریشانی کا کوئی اور ہی باعث ہوگا۔ پس چارلس میرے عزیز بیٹے" اُس کے والد نے چارلس کے چہرہ کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "جس بات کے متعلق تمہیں تشویش ہو۔ اسے ہم سے چھپا کر نہ رکھو۔ کیا یہ فکر اس لئے ہے کہ تمہیں لیڈی فرانسس سے محبت ہے اور تم اس کے سامنے اپنے جذبات ظاہر کرنے سے جھجکتے ہو؟"

چارلس اپنے دل میں سمجھتا تھا۔ کہ میرا والد ان پراسرار خانگی معاملات کا ذکر کرنے لگا ہے۔ جنکی تہ تک وہ خود پہنچ چکا تھا۔ پس جس وقت مسٹر ہیتھ فیلڈ نے اُس سے ایک اور ہی معاملہ کا ذکر چھیڑ دیا۔ تو چارلس کو گونہ تسکین ہو گئی۔ اب جو اس نے متحیر نگاہوں سے اپنے والد کے چہرہ کی طرف دیکھا۔ تو اُس پر رونق آ چکی تھی "آہ! اب میں تمہارے راز کو سمجھ گیا۔" اُس کے والد نے کہا۔ اور اس کے بعد نوجوان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دہ موثر طریق پر کہنے لگا "چارلس تم فکر نہ کرو۔ بلکہ اپنے دل میں اُمید قائم رکھو۔ اگر تمہیں اس بات کا یقین ہے کہ لیڈی فرانسس کو بھی تم سے ویسی ہی محبت ہے۔ جیسی تمہیں اُس سے ہے۔ تو پھر تمہیں اپنے خیالات

کے اظہار میں تامل نہ ہونا چاہئے"۔

اتنا کہہ کر سر ہیٹ فیلڈ تیزی سے قدم اٹھاتا کمرہ سے باہر چلا گیا۔ اور چارلس اس بات پر متحیر ہو کر رہ گیا۔ کہ معاملہ کی صورت نے از خود کس طرح پلٹا کھایا۔ بہت دیر تک اپنے خوفناک خواب اور والد کے مشورہ پر غور کرنے کے بعد وہ کسی قدر بلند آواز سے کہنے لگا "بے شک میرے لئے بہتر یہی ہے کہ پرڈیٹا کا خیال اپنے ذہن سے نکال دوں۔ کیونکہ وہ خواب ضرور اپنے اندر کوئی خدائی تنبیہہ رکھتا تھا۔ سب سے زہر ناک سانپ وہی ہوتے ہیں۔ جو دیکھنے میں بہت خوشنما ہوں اور اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ پرڈیٹا۔۔ حسن وسحر کی دیبی پرڈیٹا کسی خاص مقصد کے لئے میرے گرد ریشمی زنجیریں ڈال رہی ہے۔ اس کی دلفریبیاں شر انگیز ہیں۔ اور اس کے لب لعلیں کا عسل اس شخص کے لئے جو اس سے جرعہ کش ہو زہر ہلاہل سے کم نہیں۔ اس کے مقابلہ میں فرانسس میری پیاری فرانسس جسے معلوم نہیں۔ کہ اس کا مجھ سے کتنا قریبی رشتہ ہے۔۔۔ دلنواز حسینہ لیڈی فرانسس اپنے اندر وہ تمام صفات رکھتی ہے۔ جو راحت انسانی کی تکمیل کے لئے ضروری ہیں پس بہتر یہی ہے کہ میں والد کی نصیحت پر عمل کر کے اس نیک سیرت حسینہ کی محبت حاصل کرنے کی کوشش کروں۔ اس کے بعد ہی اگرچہ جلد یا بدیر مجھے والد کو مجبور کرنا پڑے گا۔ کہ وہ اپنے چھوٹے بھائی سے ارل کا مرتبہ حاصل کر لیں۔ تاہم اس صورت میں میری پیاری بیٹی کو جو صدمہ ہوگا۔ وہ زیادہ تلخ ثابت نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ مجھ سے شادی کر کے وہ وائیکاونٹس بن جائے گی۔ اور میرے والد کے انتقال پر کونٹس کا درجہ حاصل کرے گی"۔

اسی ادھیڑ بن میں چارلس ہیٹ فیلڈ نے بستر سے اٹھ کر ہاتھ منہ دھویا اور اس کے بعد جب وہ کھانا کھانے کے کمرہ میں پہنچا۔ تو اس کے چہرہ پر ایسی رونق تھی۔ اور اس کی آنکھوں میں اطمینان کی ایسی چمک پائی جاتی تھی۔ کہ اس کے والدین اس خوشگوار تبدیلی کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ مگر انہوں نے قصداً اس بارہ میں کوئی گفتگو نہیں کی۔ اگرچہ نگاہوں میں اس قسم کے اشارے ہوئے۔ جن سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ بھی اب اپنے دل میں بہت مطمئن ہیں۔

لیڈی فرانسس آج معمول سے زیادہ حسین نظر آتی تھی یا کم از کم چارلس ہیٹ فیلڈ کو دسترخوان کی میز پر بیٹھے ہوئے ایسا محسوس ہوا۔

گفتگو ایک اہم واقعہ کی نسبت شروع ہو گئی۔ جو اسی روز شام کو ظہور میں آنے والا تھا۔ درحقیقت پرنس آف مونٹونی نے ارل آف اینگلہم کے قصر واقع پال مال میں شریک دعوت ہونا منظور کر لیا تھا۔ اور فیصلہ یہ ہوا کہ اس تقریب پر بڑی دھوم دھام کی تیاریاں کی جائیں۔ سامان اکل و شرب عدیم النظیر ہو۔ اور جلسہ دعوت کو کامیاب بنانے کے لئے کوئی صرفہ اٹھا نہ رکھا جائے۔ اس موقع پر ارل کے دوستوں میں سے چند ایک کو مدعو کرنا مطلوب تھا۔ اور یہ بیان کرنا غیر ضروری ہوگا۔ کہ جن شخصوں کو دعوت دی گئی۔ وہ ایسے نہ تھے۔ جو محض اپنی امارت کی وجہ سے شہرت رکھتے ہوں۔ بلکہ وہ جو نیک دل اور نیک نہاد ہوں۔

دسترخوان بڑھایا گیا۔ تو چارلس ہیٹ فیلڈ اور لیڈی فرانسس دونوں اس کمرہ میں رہ گئے۔ اب وہ حسین دوشیزہ اپنے رفیق کے قریب پہنچ کر معصوم لیکن دلفریب پیرایہ میں کہنے لگی "چارلس مجھے آج یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ تمہاری فطری خوشی پھر عود کر آئی ہے۔ تمہیں معلوم ہے کچھ دنوں سے تم بہت ہی متفکر اور پریشان نظر آیا کرتے تھے"۔

"لیکن پیاری فینی میں امید کرتا ہوں کہ تمہارے ساتھ میرے تعلقات میں پھر بھی کوئی فرق نہیں آیا تھا" چارلس نے جواب دیا۔ "خدا جانتا ہے میں بالکل نہیں چاہتا۔ کہ تمہیں کسی طرح سے آزردگی کا موقعہ دوں"۔

وہ کہنے لگی "آزردگی کی تو کوئی بات نہیں۔ مگر آخر کیا وجہ تھی۔ تم پچھلے دنوں اتنے پریشان نظر آتے تھے"۔

وہ کہنے لگا "فینی جو کچھ بھی تھا۔ اس کا ذکر جانے دو۔ دیکھنا یہ ہے کہ میں اب ہر طرح سے خوش ہوں۔ اور میری خوشی یہ معلوم کر کے دوبالا ہو گئی ہے کہ تمہیں مجھ سے کتنی ہمدردی ہے"۔

لیڈی فرانسس سادگی سے کہنے لگی "چارلس مجھے تم کو آزردہ دیکھ کر اگر ہمدردی ہو۔ تو بڑی بات نہیں۔ کیونکہ ہم ایک ہی مکان میں رہتے ہیں۔ ایک دوسرے

کے رفیق ہیں۔ ہمارے والدین گہری دوستی رکھتے ہیں۔ پس اگر مجھے تمہارے حالات سے دلچسپی ہو۔ تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟"

"قابل پرستش حسینہ" ۔ چارلس نے آہستگی کے لہجہ میں کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اُس نے اپنے دل میں لیڈی فرانسس کے باحیا انداز کا مقابلہ عیش پرست اور بیباک پرڈیٹا کی بے تکلفی سے کیا۔ پھر لیڈی فرانسس کے معصوم چہرہ کی طرف غور سے دیکھ کر کہنے لگا۔ "فینی اگر ہمارے والدین ہماری شادی کی اجازت دیدیں۔ تو اس میں تمہیں تو اعتراض نہ ہوگا؟"

لیڈی فرانسس نے جلدی سے اپنا ہاتھ چارلس کی گرفت سے ہٹا لیا اُس کے چہرہ پر حیا کی سرخی پھیل گئی۔ اور وہ چند منٹ تک اپنے رفیق کی طرف انتہائے حیرت سے دیکھتی رہی

"کیا تم مجھ سے ناراض ہوگئی ہو؟" چارلس نے پوچھا۔ "حالانکہ میں اپنے دل میں یہ اُمید رکھتا تھا ۔ ۔ ۔ میری آرزو یہ تھی ۔ ۔ ۔"

"نہیں! نہیں! مجھے تم سے ناراضگی تو نہیں" فینی نے اپنی نگاہیں جھکا کر اور بھی شرماتے ہوئے کہا۔ "لیکن میں ڈرتی ہوں۔ ہمارے لئے اس قسم کی باتیں کرنا بے جا نہ ہو"

چارلس جلدی سے کہنے لگا۔ "میری جان پاک محبت جرم نہیں ہوتی۔ پس اگر میری پیاری فرانسس تم محسوس کرتی ہو۔ کہ تمہارے دل میں میرے لئے محبت ہے۔ تو میں خود تمہارے والدین سے اس محبت کا اظہار کرونگا۔ جو میرے اپنے دل میں تمہارے متعلق ہے ۔ ۔"

لیڈی فرانسس نے ہلکی اور کپکپاتی ہوئی آواز میں جس سے چارلس کو یقین ہوگیا۔ کہ اس کے دل میں بھی میرے متعلق جذبہ محبت موجود ہے کہا۔ "میں اس سے زیادہ اور کیا کہہ سکتی ہوں کہ جو کچھ میرے والدین فیصلہ کریں۔ وہ مجھے منظور ہوگا"

چارلس نے اُس کا نازک ہاتھ اپنے منہ سے لگایا۔ اور اس سے رخصت ہوکر ارل آف ایلنگہم سے ملنے کمرے سے جارہا تھا۔ کہ راستہ میں نوکر نے ایک خط دیا جو تھوڑی

دیر پیشتر ایک قاصد اُس کے نام چھوڑ گیا تہا خط کا لفافہ نہایت خوشنما زنانہ تحریر میں تہا - اور اُس کے ایک گوشہ میں لفظ "پرائیویٹ" لکہا ہوا تہا - خط ہاتھ میں لے کر چارلس سیدھا اپنے کمرہ میں چلا گیا اور وہاں اُس نے لفافہ چاک کر کے مضمون پڑھا لکہا تہا

میرے سب سے پیارے دوست

قبل اُس کے تم میری ماں سے دوبارہ ملاقات کرو - میں ضرور تنہائی میں تم سے چند لفظ کہنا چاہتی ہوں - والدہ آج دوپہر کو وکیل کے ہاں جائینگی - اور قریباً دو گھنٹہ تک گھر سے باہر رہینگی - پس میں بارہ بجے کے بعد تمہارا انتظار کرونگی -

پرڈیٹا فشر ہارڈنگ

"نہیں میں ہرگز اُس سے ملنے نہ جاؤں گا" نوجوان نے کسی قدر بلند آواز سے کہا اور پھر رقعہ کو غور سے دیکھتے ہوئے وہ اپنے آپ سے کہنے لگا "اوہ! کتنی پیاری تحریر ہے - اور یہ نام پرڈیٹا بصورت تحریر کتنا پُراسرار اور دلکش معلوم ہوتا ہے - پرڈیٹا تیرے نام میں ہی غیر معمولی کشش ہے ... مگر اُف! اوہ خواب! ... وہ خواب کتنا خوفناک تہا! اگرچہ آخر وہ ایک خواب ہی تہا - اور جتنا زیادہ میں اُس پر غور کرتا ہوں معلوم ہوتا ہے - وہ ایک نہایت فضول خواب تہا - اگر خدا کو تنبیہ کرنا ہی منظور ہوتا - تو اس کے ہزاروں ذریعے ہیں - اور بالفرض اُس خواب میں پرڈیٹا کی بجائے لیڈی فرانسس کی صورت نظر آتی - تو پھر کیا ہوتا ... مگر قابل غور سوال یہ ہے کہ وہ تنہائی میں کس لئے مجھ سے ملنا چاہتی ہے؟ خط میں لکہا ہے کہ والدہ کی ملاقات سے پیشتر تھوڑی دیر کے لئے ضرور مجھ سے ملو - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ماں عنقریب دوبارہ مجھ سے ملنا اور کوئی خاص بات میرے کانوں تک پہنچانا چاہتی ہے - اس سے یہ بھی صاف ثابت ہے - کہ معاملہ کی تہ میں کسی طرح کی دھوکہ بازی یا چالاکی نہیں - بوڑھی عورت حقیقت میں مجھ سے بعض اہم معاملات پر گفتگو کرنے کی آرزومند ہے اور اگر میں اُس سے نہ ملا - تو اس کے معنی صریحاً یہ ہونگے کہ مجھے خود اپنی بھلائی کی پروا نہیں - رہا پرڈیٹا کا معاملہ اُس کے متعلق میں سوچتا ہوں - کہ اگر میں نے اُس کے کہنے پر فوراً ہی ملاقات نہ کی - تو وہ یقیناً میرے فعل کو شرافت سے بعید سمجھیگی - اور گنوارانہ رویہ پر محمول کرے گی معاملہ بہت ہی ضروری معلوم ہوتا ہے - اس لئے میری رائے میں اُس سے ملنے میں چنداں ہرج نہیں - دوپہر قریب ہے اور اگر اس سے ملنا ہے تو مجھے وقت ضائع نہ کرنا چاہئے

اور اس کے مکان پر چلنے کی تیاری کرنی چاہئے۔ ہاں مگر سوال کا ایک پہلو اور بھی ہے
آج فرانسس کے اور میرے درمیان جو گفتگو ہوئی۔ اُسے پیش نظر رکھتے ہوئے
پرڈیٹا کے ہاں جاکر میری کوشش یہ ہونی چاہئے کہ اُس کے سحر آمیز اثرات سے
محفوظ رہوں۔ اور اگر حسن اتفاق سے وہ کل کی طرح مجھے اپنے وعدہ سے سبکدوش کرنے
پر رضامندی ظاہر کرے تو بڑی خوشی سے اپنا وعدہ واپس لے لوں"۔

یہ آخری فیصلہ تھا۔ جو اُس ناعاقبت اندیش جوان نے اپنے دل میں کیا۔
سنگ سٹریٹ کو جانے سے پیشتر اُس نے اپنے والد سے مل کر اس کا ذکر نہیں کیا۔ کہ
میں نے آپ کے مشورہ پر عمل کر کے لیڈی فرانسس سے شادی کی درخواست کر دی
ہے۔ اور نہ ارل سے ملاقات کر کے اس گفتگو کا ذکر کیا۔ جو اس کے اور امیر موصوف کی
دختر کے درمیان ہوئی تھی۔ اور جس کے سلسلہ میں وہ اس وقت کمرہ سے باہر نکلا تھا جب
اسے پرڈیٹا کا خط ملا۔

دعوتی رقعہ اُسے قریباً بارہ بجے ملا تھا۔ اس لئے اس نے سوچا کہ اسکی تعمیل ایں
اگر مجھے اُس حسینہ سے ملنا ہے تو فوراً ہی اُس کے مکان پر جانا چاہئے۔ اور لیڈی
فرانسس کے معاملہ کا ذکر تو ارل اور والد سے فارغ ہو کر بھی کیا جا سکتا ہے۔

ان دلائل سے چارلس ہیٹ فیلڈ نے اپنا اطمینان کرنے کی کوشش کی۔
اگرچہ جیسا کہ ناظرین سمجھ سکتے ہیں۔ وہ چنداں وزن دار نہ تھے۔ بہر حال چارلس نے
انہیں اپنے ضمیر کی آواز کو دبانے کے لئے معقول تصور کیا۔

ایک اور بات جس کا ہم اس جگہ ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ یہ بھی ہے کہ گو چارلس ہیٹ فیلڈ
نے یہ فیصلہ کیا تھا۔ کہ میں پرڈیٹا سے اپنی اس ملاقات میں بے تکلفی درمیان میں نہ
آنے دوں گا اور ہماری یہ ملاقات محض سرسری اور رسمی ہوگی تاہم اس کے مکان سے
جانے سے پیشتر اس نے بہت سا وقت بناؤ چناؤ میں صرف کیا۔ سر کے بالوں کو
بڑے اہتمام سے آراستہ کیا۔ اور دیر تک اپنی صورت کو آئینہ کے سامنے کھڑا ہو کر
دیکھتا رہا۔

ٹھیک بارہ بجے تھے۔ جب وہ پرڈیٹا کی ملاقات کے لئے مکان سے روانہ ہوا
اور لاکھ ظاہر داری ہو اس امر واقعہ کو بہر حال نہیں چھپایا جا سکتا کہ اپنے دل میں

وہ خوش تھا۔ کہ مجھے اُس حسینہ سے دوبارہ ملنے کا موقعہ حاصل ہوگیا۔

جس وقت تیزی سے قدم اُٹھاتا وہ سفک سٹریٹ کی طرف جا رہا تھا تو اس کے ذہن میں اس بارہ میں طرح طرح کے خیالات پیدا ہونے لگے کہ پرڈیٹا اس وقت کس لباس میں ہوگی؟ دن کے وقت اُس کی صورت کیسی نظر آئیگی؟ اور میری طرف سے سردمہری کا سلوک ہوتے دیکھ کر اُس کا سلوک کیا ہوگا؟

اپنے دل سے مخاطب ہوکر وہ آہستگی سے کہنے لگا "غریب لڑکی! اگر حقیقت میں وہ یہ سمجھتی ہے کہ میں اُس کا صادق دوست ہوں۔ تو اُسے کتنی بھاری مایوسی ہونے والی ہے اس میں شک نہیں اُس کے دل کو سابقہ گرمجوشانہ ملاقات کے بعد سردمہری کے سلوک سے مجروح کرنا خود مجھے نہایت ناگوار محسوس ہوتا ہے۔ لیکن دوسری طرف لیڈی فرانسس کے ساتھ میری جو گفتگو ہوچکی ہے۔ اُس کی بنا پر فرض کا تقاضا یہ ہے۔ کہ پرڈیٹا سے اپنے تعلقات منقطع کرلئے جائیں"

اس قسم کی باتیں سوچتا وہ اس حسینہ کے مکان کے دروازہ تک پہنچ گیا۔ اور جس وقت اُس نے دروازہ پر دستک دی تو دل بڑے زور سے دھڑک رہا تھا۔ لحہ بھر بعد خادمہ اُسے ایک کمرہ میں لے گئی جہاں پرڈیٹا اُس کی منتظر تھی۔

اُس نازنین نے اس وقت صبح کے پہننے کا دلفریب کھلا لباس زیب کر رکھا تھا۔ اور چونکہ موسم بہت گرم تھا۔ اس لئے وہ فیتے جو شانوں پر بندھے ہوئے چاہئیں کھلے چھوڑ دئے گئے تھے۔ اور لباس زیادہ نیچے کو اترا ہوا تھا اور اُس کی چھاتیاں صاف نظر آرہی تھیں۔ سر کے بال بڑی خوبی سے آراستہ تھے۔ اور اُن کے اوپر اُس نے کتان کی طرح کسی نہایت باریک کپڑے کی ٹوپی پہن رکھی تھی۔ جس کی دودھ کی ایسی سفیدی میں ان سیاہ بالوں کی چمک دوبالا ہوگئی تھی۔ موٹی سیاہ آنکھیں اب بھی اتنی ہی تیز اور چمکدار تھیں۔ جیسی شب گذشتہ کو گردن اور شانوں کی سپیدی میں دوپہر کی روشنی نے تخفیف کی بجائے اضافہ کردیا تھا اور اگر ممکن سمجھا جائے تو اس کا صحت ور جسم دن کی روشنی میں رات کی نسبت اور بھی زیادہ سرخ و سپید نظر آتا تھا۔

بے شک پرڈیٹا اس وقت اتنی دلربا اور خوبصورت تھی جیسی شب گذشتہ کو بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا۔ کہ اس کے حد بلوغ تک پہنچتے ہوئے حسن میں اس وقت دن

کی روشنی میں بکارت کی سی تازگی نظر آتی تھی۔ جس کے باعث یہ خیال دیکھنے والے کے دل سے فوراً ہی محو ہو جاتا تھا۔ کہ اس کی نگاہوں کی تیزی یا اطوار کی بے تکلفی اس کے درجہ عصمت سے گرے ہوئے ہونے کی دلیل ہے۔ اس میں شک نہیں آسٹریلیا میں اس کی زندگی بدچلنی میں گذری تھی۔ مگر اس آوارگی سے نہ تو اس کے حسن میں کسی قسم کا فرق آیا۔ اور نہ اس کے شباب کی تازگی پر کوئی مضر اثر نمودار ہوا۔ اس کی شکل وصورت کو دیکھ کر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا۔ کہ تیرہ سال کی عمر سے لیکر اس وقت تک کہ وہ جہاز پر سوار ہو کر انگلستان کو روانہ ہوئی۔ وہ ایک اوباش اور آوارہ مزاج عورت رہی تھی۔

کمرہ میں قدم رکھتے ہی چارلس ہیٹ فیلڈ بر ڈیلا کے لاثانی حسن وجمال پر اسی طرح مفتون ہوگیا۔ جیسے شب گذشتہ کو تھا۔ بلکہ اگر ممکن ہو تو اس سے بھی زیادہ کیونکہ اب وہ اس پر اتنا وارفتہ تھا۔ گویا دونو کی ملاقات کا پہلا موقعہ ہو۔ کمرہ میں داخل ہوتے ہی وہ اس کے لاثانی حسن وجمال کی تاب نہ لاکر ٹھٹک گیا معلوم ہوتا تھا۔ وہ نہیں چاہتا۔ اس ساحرہ کے قریب پہنچ کر اس کے دام حسن میں پھنسے اس کی روح میں ہی کوئی آواز بار بار اسے متنبہ کر رہی تھی۔ کہ اس کشش حسن کی تہ میں تباہی اور بربادی کے سوا کچھ نہیں۔ لیکن چڑیا سانپ کو جھاڑی کے پیچھے چھپا دیکھ کر اسے اپنی قضا سمجھتے ہوئے بھی اس کی نگاہ سے ایسی مسحور ہو جاتی ہے کہ پیچھے نہیں ہٹ سکتی اسی طرح وہ باوجود اس ارادہ کے جو وہ روانگی سے پیشتر کر چکا تھا۔ اور باوجود اس غیبی آواز کے جو رہ رہ کر اسے پیچھے ہٹنے پر اکسا رہی تھی بے اختیار اس حسینہ کی طرف بڑھا۔

نازنین نے صوفہ سے اٹھ کر اسے تعظیم دی اور اپنا ملائم گرم ہاتھ اس کے ہاتھ کی طرف بڑھایا۔ پھر جب اس وارفتہ جوان نے اس دلربا چہرہ کو اس کے لازوال حسن کی عظمت میں اپنے سامنے دیکھا۔ جب اس نے نازک ہاتھ کی ملائمت کو اپنے ہاتھ میں محسوس کیا۔ جب وہ ترنم خیز اور طربناک شیریں آواز اس کے کانوں تک پہنچی۔ جب وہ خوشبودار سانس جو پھولوں کی مہک سے زیادہ عطر بیز تھی اور ایسے دلفریب ہونٹوں سے نکلی تھی۔ جنہیں دیکھ کر معلوم ہوتا تھا۔ کہ گلاب کی پتیوں نے اپنی

رنگت انہیں مستعار دے دی ہے تو وہ تمام مضبوط ارادے جنہیں وہ اپنے دل میں طے کر چکا تھا۔ آن واحد میں کافور ہو گئے۔ اور چارلس نے اپنے دل میں محسوس کیا کہ ایک ایسی پرشوکت اور ایسی دلفریب ملکہ حسن کے سامنے سرد مہری کا انداز اختیار کرنا۔ سراسر غیر ممکن ہے ... سراسر غیر ممکن ہے!

بڑی ملائمت سے اُس جوان کا بازو تھام کر اُسے اپنے ساتھ صوفہ کی طرف لاتے ہوئے اور پھر اُسے صوفہ پر اپنے پہلو میں بٹھا کر فتنہ ساز عورت نے کہا۔ میرے عزیز دوست اس عین الوقتی کے لئے میرا دلی شکریہ قبول ہو۔ مگر کوئی اور ذکر کرنے سے پہلے میں پوچھتی ہوں۔ کیا تم نے اُن واقعات پر جو کل ہمارے درمیان پیش آئے تھے۔ مکرر غور کیا ہے؟ کیا تم نے تنہائی میں اس بات کو سوچا ہے کہ ہم نے ایک دوسرے کی ذات سے بالکل اجنبی ہوتے ہوئے دائمی دوستی کا عہد کرنے میں بے وقوف بچوں کی سی حرکت تو نہیں کی؟ اور کیا سارے حالات پر غور کرنے کے بعد تم یہ سمجھتے ہو۔ کہ جو قول و قرار کل رات ہمارے درمیان ہوئے تھے وہ ہر طرح پختہ اور مضبوط ہیں؟"

"پرڈیٹا آخر یہ سوالات کس لئے؟" چارلس نے اُن تیز نگاہوں سے مرعوب ہو کر جو اُس کی طرف جمی ہوئی تھیں۔ کہا "لیکن میں پوچھتا ہوں۔ کیا خود تمہیں اُس واقعہ پر افسوس ہوا ہے؟"

"بالکل نہیں کیونکہ میں اپنے کسی فعل پر کبھی افسوس نہیں کرتی"۔ پرڈیٹا نے جلدی سے کہا "بات یہ ہے جو کام میں کروں۔ اُس کی غایت کو پہلے خوب سوچ لیتی ہوں یہی وجہ ہے کہ اُس وقت بھی جب کوئی شخص یہ سمجھے۔ کہ جو کچھ میں کر رہی ہوں وہ فوری حالات کا نتیجہ ہے۔ میں احتیاط اور عاقبت بینی کو ہاتھ سے نہیں دیتی۔ ممکن ہے۔ تمہاری حالت اس سے مختلف ہو۔ اس لئے میں پوچھتی کہ اس عہد رفاقت سے متعلق تمہارا پختہ اور آخری فیصلہ کیا ہے؟"

چارلس کے تمام ارادے اس شمع حسن کے سامنے آتے ہی خاک میں مل چکے تھے بے اختیار ہو کر کہنے لگا "پرڈیٹا میں نے جس دوستی کا کل رات عہد کیا تھا اُس کا اب تک بدستور پابند ہوں۔ دنیا ادھر سے اُدھر ہو جائے۔ میں بہر حال اپنے وعدے سے پیچھے نہیں ہٹوں گا"

"اس سے ثابت ہوا کہ ہماری دوستی اسی طرح قائم ہے۔ جیسی میرے خیال میں ہونی چاہئے تھی"۔ جوان عورت نے کہا۔ "لیکن اس مضمون پر گفتگو کرنے سے پیشتر جو بصورت دیگر تمہارے لئے غیر دلچسپ ہوتا۔ میرے لئے اس سوال کا جواب حاصل کرنا ضروری تھا"۔ اور یہ کہتے ہوئے اس نے اپنے رفیق کی طرف اس انداز سے دیکھا۔ کہ محسوس ہوتا تھا اس کے لب لعلین جن پر اس وقت ایک پر لطف مسکراہٹ نمودار تھی اور جن کے اندر کسی قدر مجھ سے لیکن ہموار اور موتیوں کی طرح سپید دانتوں کی لڑیاں نمودار تھیں۔ ایک طویل بوسہ کے طلبگار ہیں۔

چارلس جس کے دل سے لیڈی فرانسس کی یاد اب بالکل محو ہو گئی تھی اور جو زرد دینا کے حسن سحر افروز پر دل و جان سے مفتون ہو چکا تھا۔ کہنے لگا "خیر تو اب تم کہو وہ اصلی مضمون کیا ہے؟"

جوان عورت نے ایک گہری آہ کھینچی پھر بولی "چارلس تم نے مجھ سے دوستی کا عہد کیا تھا۔ اور دوست وہ ہے جو مصیبت کے وقت ہر ممکن ذریعہ سے امداد ہو۔ اب میں تم سے جو مشورہ حاصل کرنا چاہتی ہوں۔ وہ ایک دوست ہی کی حیثیت میں ہے۔ ممکن ہے تم مجھے میرے خیالات کی وجہ سے عجیب عورت سمجھو۔ یہ بھی ممکن ہے اس قدر کم عرصہ میں تمہارے ساتھ اتنے گہرے دوستانہ تعلقات قائم ہونے پر میری نسبت تمہارے خیالات اچھے نہ ہوں۔۔"

"نہیں! نہیں! اے دلنواز حسینہ میں خوب جانتا ہوں کہ جو کچھ تم نے کیا۔ وہ ایک آزاد دل کے فیصلہ کے مطابق تھا۔ اور میں اس دل کی پوری طرح قدر کرتا ہوں۔ جو اتنا راست شعار اور اس قدر گرمجوش ہو"۔ چارلس نے اس کے دونو ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر انہیں دباتے ہوئے کہا۔

اس پری نے اپنے ہاتھوں کو کھینچنے کی کوشش نہ کرتے ہوئے کہا "تم نے میرے جذبات کو خوب سمجھا۔ اگرچہ میں خود ان کے اظہار کے لئے موزون الفاظ حاصل نہیں کر سکتی تھی۔ میں تم سے بیان نہیں کرنا چاہتی تھی۔ کہ صاف گوئی اور راست بیانی میری سرشت میں عیب کی حد تک موجود ہے۔ کل رات جس وقت تم مجھ سے رخصت ہوئے۔ تو میں نے سارے حالات اپنی والدہ کے روبرو جو تمہیں میرے کمرہ میں پہنچا کر

اس وجہ سے واپس نہ آسکیں۔ کہ اُن کا مزاج یکایک ناساز ہوگیا تھا۔ بیان کر دے۔ چنانچہ جو گفتگو ہم دونوں میں ہوئی تھی۔ میں نے اس کا ایک لفظ بھی چھپا کر نہ رکھا۔"

"اور یقیناً اس کے لئے اس نے تمہیں ملامت کی۔ کہ تم نے ایک کامل اجنبی شخص کے ساتھ اس قسم کی بے تکلفی اختیار کر لی ہے۔" چارلس نے اس خیال سے ڈرتے ہوئے کہا۔ کہ مبادا مسٹر فنز ہارڈنگ ہماری آئندہ ملاقاتوں میں رخنہ انداز ثابت ہو۔

"بے شک اس نے مجھے ملامت کی۔ لیکن نرمی اور ملائمت کے ساتھ" مکار عورت نے دردناک لہجہ اختیار کر کے کہا۔ "اگرچہ اس ملائمت سے بھی نہیں جو سابق میں اس کا شعار تھی۔ کیونکہ معلوم ہوتا تھا۔ اس نے میری شادی کے متعلق اپنے طور پر کچھ فیصلہ کر رکھا ہے۔"

"شادی کی پرڈیٹا۔" چارلس ہیٹ فیلڈ نے حیرت کے لہجہ میں کہا۔

"ہاں"۔ جوان عورت نے اور بھی زیادہ دردناک آواز میں کہا۔ "وہ شخص ایک با لقب اور خطاب یافتہ امیر ہے۔ اگرچہ میں نہ اس کے نام سے واقف ہوں اور نہ میں نے آج تک اس کی صورت بھی دیکھی ہے۔"

"اوہ! یہ تو سراسر ظلم ہے کہ تمہیں ایک ایسے شخص کے حوالہ کر دیا جائے جس سے ممکن ہے تمہیں کبھی محبت پیدا نہ ہو۔" چارلس نے بڑے جوش کے ساتھ زوردار لہجہ میں کہا۔

"محبت! میں سچ کہتی ہوں۔ وہ خواہ کتنا ہی شکیل اور خلیق ہو۔ مجھے اس سے سخت نفرت ہے۔ اور رہے گی۔" پرڈیٹا نے جواب دیا۔ "کیونکہ میں سرے سے اس بات ہی کو پسند نہیں کرتی۔ کہ وہ دباؤ ڈال کر مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔"

چارلس کہنے لگا۔ "مگر کیا تم چپ چاپ اس انتظام کو منظور کر لوگی۔ جو میری رائے میں صریحاً غیر منصفانہ اور بے جا ہے۔ اگرچہ میں اس پہلو سے معافی کا خواستگار ہوں۔ کہ مجھے تمہاری والدہ کے سوچے ہوئے انتظامات کی نسبت اس قسم کے سخت کلمات استعمال کرنے پڑے ہیں۔"

"افسوس! اس انتظام پر خاموشی سے رضامندی ظاہر کرنے کے سوا میرے لئے کوئی چارہ کار نہ تھا۔" پرڈیٹا نے جواب دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی آنسوؤں کے چند قطرے اس کی آنکھوں سے بہ کر اس کی لمبی سیاہ پلکوں پر نمودار ہوگئے "حقیقت یہ ہے کہ جس امیر سے والدہ کا ارادہ میری شادی کرنے کا ہے۔ وہ اس مقدمہ میں جس کا میں

پیشتر ذکر کر چکی ہوں۔ اُس کا حریف ہے۔ اور اب اتفاقیہ طور پر اس نے اس مقدمہ میں اپنے دعاوی کو مضبوط کرنے کا ایک ذریعہ تلاش کر لیا ہے۔۔۔"

"آہ! میں اب اُس خوفناک خود غرضی کو سمجھا۔ جو اس معاملہ کی تہ میں کام کر رہی ہے!" چارلس نے کہا "تو وہ شخص۔۔۔ وہ امیر جس کا تم ذکر کرتی ہو اُس صورت میں مقدمہ سے دست بردار ہونے پر آمادہ ہے۔ کہ تمہاری اُس سے شادی کر دی جائے ۔۔۔ یعنی تمہیں اُس مقدمہ کی ناکامی کے عوض قربان کر دیا جائے"

"ہاں چارلس یہی شرطیں ہیں۔ جنہیں وہ امیر پیش کرتا ہے اور ان کو سامنے رکھتے ہوئے تم جان سکتے ہو۔ میں اس شادی سے کیوں اتنا گھبراتی ہوں" نوجوان حسینہ نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا۔

"لیکن یہ امیر۔۔۔ آخر وہ کون ہے؟۔۔۔ اُس کا نام کیا ہے؟" ہیٹ فیلڈ نے بڑے جوش میں بھر کر پوچھا۔

پرڈیٹا کہنے لگی "مجھے اپنی والدہ کے نجی معاملات سے اتنا کم واقفیت ہے کہ میں ان معاملات کا صحیح طور پر جواب نہیں دے سکتی اور سچ پوچھو تو والدہ نے اس نامعلوم اُمیدوار کا نام اور عمر بھی اب تک مجھ سے پوشیدہ رکھی ہے۔ جس کی وجہ سے میرے دل میں بدترین اندیشے پیدا ہو رہے ہیں۔ صرف ایک بار والدہ نے سرسری طور پر کچھ گفتگو کرتے ہوئے ایک ایسی بات کہی تھی۔ جس سے مجھے یقین ہو گیا کہ شخص مذکور۔۔۔ بہت بوڑھا ہے"

"اور تم اتنی جوان اور۔۔۔ اتنی خوبصورت!" چارلس ہیٹ فیلڈ نے اس کے چہرہ کی طرف تعریف اور سچی پرستش کے انداز سے دیکھتے ہوئے کہا "ہائے! پرڈیٹا تمہارے حسن کو اس طرح نثار کر دینا غلطی۔۔۔ جرم۔۔۔ بلکہ شیطانی گناہ ہوگا!"

"لیکن میں بے بس ہوں" پرڈیٹا نے آہستگی سے جواب دیا "والدہ جو فیصلہ کر چکی ہے۔ وہ اُس سے باز آنا نہیں چاہتی اور اسی لئے اُس نے مجھے تمہارے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرنے پر ملامت کی تھی"

"تو کیا مسز فٹنز ہارڈ ونگ کا یہ پختہ ارادہ ہے کہ تمہیں خود غرضی کی قربانگاہ

تیار کردے!... تمہارے شباب کو زر کی خاطر فروخت کرے!... اور تمہیں ایک عمر رسیدہ شخص کے حوالے کردے۔ جو ممکن ہے بدصورت ہو۔ اور جس سے یقیناً تمہیں سخت نفرت ہوگی۔" چارلس نے بڑے جوش کے ساتھ پوچھا۔

پرڈیٹا کہنے لگی۔" ہاں مجھے اندیشہ ہے کہ یہی ہو کر رہے گا۔ اس خوفناک انتظام کا جو والدہ کرچکی ہے۔ مجھے کل رات ہی علم ہوا۔ میں نے سنا ہے کہ امیر مذکور نے کہیں سے مجھ بدنصیب کی تعریف سن لی تھی۔ اس کے روبرو میری جو کیفیت بیان کی گئی۔ اس سے وہ ظالم بہت خوش ہوا۔ اور اس کے بعد جب کل اتفاقیہ طور پر ایک دستاویز اس کے ہاتھ آگئی۔ جس کی رو سے اسے مقدمہ میں کامیابی کا یقین ہوگیا ہے۔ تو اس نے جھٹ یہ قابل نفرت شرائط پیش کردی ہیں"۔

"اور اب مسز منٹر ہارڈنگ اسی لئے اپنے وکیل کی طرف گئی ہے؟"۔

"کہ اس کے سامنے اس بے جوڑ شادی پر رضامندی ظاہر کرسکے"۔ پرڈیٹا نے بڑے المناک لہجہ میں فقرہ کو پورا کرتے ہوئے کہا۔

"مگر یہ کیونکر ہوا کہ تم نے والدہ کے روبرو اپنی دائمی راحت کو اس طرح قربان کردینے پر ورا اسی بھی رضامندی ظاہر کی؟" چارلس نے جلدی سے پوچھا۔

پرڈیٹا کہنے لگی۔" جب میں نے والدہ کو زار زار روتے دیکھا اور اس کے منتیں اور التجائیں کرتے سنا۔ جب اس نے میرے سامنے بیان کیا کہ اگر تم نے امیر مذکور کی شرط منظور نہ کی تو ہماری تباہی یقینی ہے۔ تو میری آنکھوں سے بھی آنسو بہنے لگے دلی رنج و الم کی وجہ سے میں ایک لفظ بھی زبان سے نہ کہہ سکی۔ اور میری اس خاموشی کو ہی رضامندی پر محمول کرلیا گیا۔ اس کے بعد والدہ اس معاملہ کو طے کرنے کے لئے وکیل کے ہاں چلی گئی۔ اور میں نے اس کی غیر حاضری میں تمہیں بلا بھیجا۔ کیونکہ تمہارے سوا اس شہر غدار میں میرا کوئی مونس یا رفیق نہیں"۔

"الہی! یہ کیا اندھیر ہے!" چارلس نے اس فرضی داستان سے جو اس انداز سے اس کے روبرو بیان کی گئی تھی۔ کہ وہ شروع سے آخر تک اسے بالکل صحیح سمجھنے لگا تھا کہا۔" لیکن پرڈیٹا میں حیران ہوں۔ اس معاملہ میں کیا مشورہ دوں؟ خدا جانتا ہے میں ہرگز تمہیں اس بے دردی کیساتھ قربان ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن دوسری

طرف تمہاری امداد سے بھی قاصر ہوں۔ اے کاش میرے پاس دولت کثیر ہوتی کہ میں تمہاری والدہ کو اتنا زر ڈال دیدیتا۔ جس سے وہ تم پر کسی قسم کی پابندیاں عاید کئے بغیر اس روپیہ کو اپنے مصرف میں لاتی۔ اور تم آزادی کے ساتھ اپنی طبیعت کے رجحان پر عمل کرتے ہوئے اس شخص سے شادی کرتیں۔ جو تمہیں منظور خاطر ہوتا۔"

"میرے فیاض دوست! میرے محسن!" پرڈیٹا نے بظاہر بے تیجری اور جوش کی حالت میں اپنا چہرہ اس جوان کے چہرہ کی طرف لے جاتے ہوئے کہا۔ "میں اپنی ان عنایات کا کس منہ سے شکریہ ادا کروں۔ میں پیشتر ہی محسوس کرتی تھی کہ اس مصیبت میں تم اگر مجھے کچھ امداد نہ دے سکو گے۔ تو تمہاری ہمدردی ضرور میرے شریک حال ہوگی۔"

"لیکن میں امداد دے کیونکر سکتا ہوں!" چارلس نے اس حسینہ کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں دباتے ہوئے کہا۔ "میرے وا... میرا مطلب یہ ہے کہ میرے ماموں اور ممانی جس فیاضی سے مجھے جیب خرچ دیتے ہیں۔ اس کے باعث میرے پاس سات آٹھ سو کے قریب پونڈ جمع ہیں۔ کیونکہ ان کا دیا ہوا وظیفہ میرے اخراجات سے کافی طور پر زیادہ ہوتا ہے۔ وہ روپیہ اگر کسی طرح تمہاری ضروریات کو پورا کر سکے تو زہے نصیب لیکن میں یہ خواہش حقیر سی رقم کو پیش کرتا ہوا شرماتا ہوں۔ کیونکہ جو دولت اس مقدمہ کی کامیابی سے تمہاری والدہ کو ہاتھ آنیوالی تھی۔ اس کے مقابلہ میں یہ رقم بالکل ناچیز ہے۔"

"ہاں مگر دیکھا یہ جاتا ہے کہ امداد جو پیش کی جاتی ہے۔ اس کی تہ میں کیا جذبہ کام کرتی ہے۔ ممکن ہے یہ رقم والدہ کی نظروں میں بہت کم ہو۔ لیکن اس سے بھی اتنا ضرور ہوگا۔ کہ اس کی فوری مشکلات ایک حد تک رفع ہو جائیں گی۔" فتنہ ساز پرڈیٹا نے کہا۔ اور پھر سلسلہ کلام جاری رکھ کر کہنے لگی۔ "چارلس تم سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ والدہ کچھ عرصہ سے مقدمہ کی بنا پر اپنے وکیل سے روپیہ پیشگی وصول کرتی رہی ہے۔ اور اب جبکہ مقدمہ میں کامیابی کی کوئی صورت باقی نہیں رہی۔ تو اس طرف سے بھی روپیہ ملنا بند ہو گیا ہے۔"

"بے شک اس روپیہ سے فوری ضروریات پوری ہو جائیں گی اور اس طرح پر معاملہ کو

کچھ عرصہ کے لیے ٹالا جا سکیگا"۔ چارلس نے بظاہر اپنے دل سے مخاطب ہو کر کہا اور جب ہمیں غور و فکر کی فرصت حاصل ہو جائے گی۔ تو پھر اور مناسب انتظامات عمل میں لائے جا سکتے ہیں۔ بہر حال پرڈیٹا سچ جانو میں ہرگز اس کو گوارا نہیں کر سکتا کہ تمہیں ایک ایسے شخص کے حوالہ کیا جائے۔ جس سے تمہیں دلی نفرت ہے۔"

"میرے فیاض دوست یقیناً خدا نے آپ ہمیں میری امداد کے لئے بھیجا ہے" نوجوان حسینہ نے اپنا سر چارلس کی چھاتی پر رکھ کر روتے ہوئے کہا۔ اور اس رونے کو اس سادہ لوح جوان نے اظہار شکر گذاری پر محمول کیا۔

اور اب بے اختیار ہو کر اس نے اپنے دونو بازو اس حسینہ کے گرد ڈال دئے اسے اپنے سینہ سے لگایا۔ اور اس زور سے اپنے آغوش میں لیا۔ گویا وہ اس کی اپنی روح سے وابستہ تھی۔ پھر جلدی ہی اپنی گرفت ہٹا کر اس نے اس کے چہرہ کو... اس کے گرم اور حیا کی سرخی چھائے ہوئے چہرہ کو اوپر کی طرف اٹھا کر اس کے لبوں پر پے در پے ہزاروں بوسے دے ڈالے۔ دونو کے لب اس طرح آپس میں ملگئے گویا ایک دوسرے سے جمے ہوئے ہوں۔ پھر اس نے اس کی موٹی سیاہ آنکھوں کی طرف دیکھا جو عشق و محبت کے جذبات کا مخزن تھیں۔ اب ان کے اندر سرور عیش کی جھلک نمودار تھی۔ کیونکہ امر واقعہ یہ ہے۔ کہ پرجوش پرڈیٹا کی اپنی طبیعت اس وقت اتنی وارفتہ ہو چکی تھی۔ کہ وہ اپنے قوئی پر قابو نہ رکھ سکی۔ اور اس جوان کیطرح اس طرح آگ لگی۔ گویا عشق کی انتہائی راحتوں سے بہرہ اندوز ہونے کی خواہشمند ہے چارلس نے اس کی چھاتیوں کو اپنے سینہ کے ساتھ لگے ہوئے دھڑکتے محسوس کیا اور جوش جنوں کی حالت میں اس کا ہاتھ معلوم نہیں کیونکر نامحرم مقامات تک پہنچا۔

مگر یکایک پرڈیٹا سنبھل گئی۔ اسے یاد آگیا۔ کہ میں نے اس جوان کو بس میں لانے کی جو تجاویز سوچی تھیں۔ ان میں انتہائی حوالگی کو دخل نہیں۔ کم از کم اس وقت تک کہ میں اسے کامل طور پر اپنے دام میں نہ لے آؤں۔ تاکہ پھر اس کے لئے پشیمانی یا تاسف کی وجہ سے پیچھے ہٹنا عملی طور پر غیر ممکن ہو جائے۔

پس جلدی سے اس کے آغوش سے نکل کر وہ نازنین صوفہ کے دوسرے سرے پر ہٹ گئی۔ بکھرے ہوئے بالوں کو درست کیا۔ ٹوپی کو ٹھیک کر کے سر پر

رکہا۔ سرکی ہوئی چوٹی کو ٹھیک کیا اور اپنی آنکھیں جن میں اب تک سرود عشق نمودار تہا۔ اُس جوان کیطرف پھیر کر کسی قدر ملامت آمیز لہجہ میں کہنے لگی " اوہ! چارلس کیا اسی کا نام دوستی ہے، تم تو مجھے برباد کئے دیتے ہو!"

"راحت آفرین۔ دلنواز حسینہ!" چارلس نے پر وحشت لہجہ میں کہا " کیا میں نے کل رات ہی تجہہ سے یہ بات نہیں کہی تہی۔ کہ ہمارے ایسے نوجوانوں کے لئے دوستی ایک نہایت خطرناک جذبہ ہے۔ اور رفاقت کا لفظ زبان سے نکالنا بہی موجب تشویش۔ پرڈیتا اگر تو سچ جاننا چاہتی ہے تو معلوم کر کہ اس دل میں تیرے لئے صرف جذبہ رفاقت ہی موجود نہیں بلکہ عشق۔۔۔ سچا لامحدود اور دائمی عشق موجود ہے۔ کیا تو یہ سمجہتی ہے کہ تیری صورت دیکہ کر میرے دل میں جو احساس پیدا ہوا۔ وہ محض دوستی کا تہا؟ نہیں پرڈیتا نہیں سو بار نہیں! دوستی کیا چیز ہے وہ جذبہ جو پہلی نظر میں ہی تیری صورت دیکہ کر میرے دل میں نمودار ہوا۔ عشق کا تہا۔۔۔ اس عشق کا جو آجتک کسی مرد نے عورت سے نہیں کیا۔ اور نہ آئیندہ کبہی کوئی کر سکیگا۔"

یہ سنکر پرڈیتا بڑے ملائم اور دلربا لہجہ میں کہنے لگی " چارلس تم نے میرے دل کی بات کہہ دی۔ کیا تم سمجہتے ہو کہ میرا اپنا دل تمہارے تیر محبت سے گہائل نہیں ہو چکا؟۔ آہ! یہ اسی جذبہ محبت ہی کے باعث تو ہے کہ میں اُس شادی کو نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکہتی ہوں۔ جو والدہ نے میرے لئے اس قدر ناعاقبت اندیشی سے اور ایسے ظالمانہ طریق پر تجویز کی ہے!"

"اوہ! اوہ! پرڈیتا کیا تم کو بہی مجہہ سے محبت ہے" نوجوان نے خوشی سے جنون کی حالت تک پہنچتے ہوئے کہا " میرے دلنواز محبوب اس یقین کے لئے میں تمہارا شکریہ۔۔۔ ہزار بار شکریہ ادا کرتا ہوں۔ تمہاری رفاقت کا احساس ہی کچہہ کم قابل قدر نہ تہا۔ اور اب تمہارے اقرار محبت نے تو وحشی اور دیوانہ بنا دیا ہے۔ پرڈیتا ایسی حسینہ کی محبت کا حصول جیسی کہ تم ہو۔ وہ راحت ہے۔ جو دنیا کے نہایت تاریک اور بنجر حصہ کو بہی جنت الفردوس بنا دیتی ہے۔ او! پرڈیتا مجہے یقین نہیں آتا کہ تمہیں مجہہ سے محبت ہے۔ خدا کے لئے اے جان جہاں ان لبوں سے پہر ایک بار کہو۔ کہ میں بہی تمہیں چاہتی ہوں!"

"بے شک چارلس مجھے تم سے محبت ہے۔۔ میں سو بار کہتی ہوں۔ تم سے محبت ہے" جوان عورت نے نہایت ملائم آواز میں جو اپنے اندر اثر سحر رکھتی تھی کہا۔ اور یہ کہتے ہوئے اس نے اپنے دلدار کی طرف دلربا انداز سے دیکھا۔

اُس جوان کے لئے یہ نظارہ سحر کاری سے کم نہ تھا۔ ایک تو طبیعت ہی بڑی گرم جوشانہ تھی۔ اُس پر اُس حسینہ نے اُس کے جذبات کو اس طریق پر بھڑکایا۔ کہ وہ بالکل ہی وارفتہ ہو گیا۔ وہ اپنے اندر ایک ایسی راحت محسوس کرتا تھا۔ جو اُسے اس دنیا سے مافوق بالا طبقات کی طرف اُڑائے لئے جا رہی تھی۔ اب نہ لیڈی فرانسس یاد تھی۔ نہ اپنے با محبت والدین نہ وہ اعلےٰ مقاصد جن کے حصول کا وہ اس قدر خواہشمند تھا۔ حتیٰ کہ پرنس آف مونٹونی کے متعلق اُسے اپنے جذبۂ تعریف بھی فراموش ہو گیا۔ اس وقت صرف ایک ہی اثر اس پر غالب تھا۔ یعنی اُس کا فرادا حسینہ کے سحر عشق کا اور بس!

"تم سچ مچ مجھ سے محبت کرتی ہو"۔ اس نے اُس شخص کے انداز سے کہا۔ جسے جو کچھ نظر آ رہا ہو۔ جو اس اُسے باور کرنے سے انکار کر رہے ہوں۔ اور پھر اپنے ناقابل برداشت جذبات کے زیر اثر اس حسینہ کے قریب پہنچ کر اس نے پھر ایک بار اسے اپنے آغوش میں لیا۔ اور دیر تک اس کے ہونٹوں کے اپنے لبوں کو بوسے دیتا رہا۔

"چارلس۔ چارلس۔ وہ آہستگی سے کہنے لگی" دنیا میں تمہارے برابر شکیل اور کون ہے۔۔۔ میرے دلدار میں تم پر سو جان سے فدا ہوں!"

یہ کہتے ہوئے وہ حسینہ پھر ایک بار اس کے آغوش سے جدا ہو گئی۔ کیونکہ وہ محسوس کرتی تھی۔ کہ میرے اپنے جذبات اس قدر بھڑک رہے ہیں کہ بے قابو ہوئے جاتے ہیں۔

پھر کہنے لگی:"اب جو کچھ میں تم سے کہتی ہوں۔ اُسے صبر و سکون کے ساتھ سنو۔ یہ طے ہو گیا کہ تم میرے ہو۔ اور میں تمہاری۔ لیکن چند اصول ہیں جن پر ہماری راحت کو مداومت حاصل ہو سکتی ہے"۔

"اور وہ اصول کیا ہیں؟" ہیسٹ فیلڈ نے کہا "بتاؤ میں پوری توجہ سے سن رہا ہوں۔ اور یقین جانو تمہاری آواز میرے لئے نغمۂ موسیقی سے زیادہ خوشگوار و دلربا

پرڈیٹا نے پھر اپنی ٹوپی کو درست کیا اور چمکیلے بالوں کو آراستہ کر کے بڑے معصومانہ انداز سے اپنے رفیق کی طرف رخ کر کے کہنے لگی:-

---

باب ۱۳۲ سحر عشق

"پیارے چارلس اب تمہیں میری خصلت کا ایک نیا پہلو معلوم ہونے کو ہے ممکن ہے تم میرے خیالات کو عجیب دلیرانہ اور منزل اخلاق سے گرے ہوئے نہیں تو کم از کم کسی دوشیزہ کی شان سے بعید سمجھو۔ مگر یاد رکھو میری طبیعت عام عورتوں کی طبیعت سے بالکل مختلف ہے اور میں جن خیالات کا اظہار کرنے لگی ہوں۔ وہ اگرچہ تمہیں جدید اور عجیب معلوم ہوں۔ بہر حال میں اُن کی پورے طور پر قائل ہوں"۔

چارلس نے کہا "میری جان میں اسی لئے تمہارا پرستار ہوں کہ نہ صرف تمہارا حسن بلکہ تمہارا مزاج اور قوت ذہنی عام عورتوں سے بالکل مختلف ہے اور یہ میری خوش قسمتی ہے کہ تم بھی مجھ سے محبت کرتی ہو"۔

"درست ہے" پرڈیٹا نے کہا "مگر جو کچھ میں کہنے لگی ہوں وہ میری صنف کے عام اصول نزاکت کے خلاف ہے اس لئے میں اسے زبان سے نکالتی ڈرتی ہوں مختصر لفظوں میں میرا عقیدہ یہ ہے کہ مراسم شادی جنکی دنیا پابند ہے سراسر بے سود اور بے کار ہیں"۔

"کہتی جاؤ" چارلس نے تحریک کی "جو کچھ بھی تم کہو گی۔ میں اُس پر اپنی آزاد رائے بعد میں پیش کروں گا"۔

پرڈیٹا کہنے لگی "میرے جگری دوست معلوم ہوتا ہے تم اس معاملہ میں میری حوصلہ افزائی کر رہے ہو۔ شکر ہے کہ تم اس ریاکاری سے برتر ہو۔ جس کے عامل مخالفانہ دلیل سنتے ہی ناک بھوں چڑھانے لگتے ہیں۔ میری رائے میں ہماری موجودہ حالت یہ ہے کہ ہم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں"۔

"گہری اور ناقابل بیان محبت!" چارلس نے زوردار لہجہ میں کہا۔ اس وقت لیڈی فرانسس کی تصویر اس طرح اس کے ذہن سے محو ہو چکی تھی۔ گویا اُس کا حقیقت

میں کچھ وجود ہی نہ تھا۔
سلسلہ کلام جاری رکھ کر پرڈیٹا کہنے لگی "ہم ایک دوسرے سے جیسا کہ تم نے کہا۔ گہری اور ناقابل بیان محبت رکھتے ہیں۔ اور ہماری محبت ایک ایسی پاک محبت ہے۔ جسے عام شخصوں کی نگاہ سے پوشیدہ رکھنے میں ہی لطف آتا ہے۔ بہرحال یہ محبت ہم دونوں میں ایک راز کا درجہ رکھتی ہے اور قاعدہ ہے کہ جس راز کا اظہار غیر کے سامنے ہو جائے۔ اُس کا لطف ہمیشہ باطل ہو جاتا ہے۔ یہ ایک وجہ ہے جسے پیش نظر رکھ کر میں شادی کی دھوم دھام کی رسموں کو اُس گہری اور سچی محبت کے منافی سمجھتی ہوں جو سچے عشاق کے سینہ میں محفوظ ہونی چاہئے۔ پھر میں یہ بھی محسوس کرتی ہوں۔ کہ میں اس صورت میں حقیقی راحت سے ہرگز بہرہ اندوز نہیں ہو سکتی۔ کہ میں سمجھوں شادی کی قانونی پابندیوں کی وجہ سے تم اُس وقت بھی مجھ سے بےتعلقی نہیں کر سکتے۔ جب میری موجودگی تمہارے لئے فرحت بخش ثابت ہونے کی بجائے موجب تکلیف ثابت ہوتی ہو۔ کیونکہ رشتہ شادی میں منسلک ہونے کے بعد انسان یہ معلوم کرنے سے قاصر رہتا ہے کہ اس کا تعلق سچی محبت کی وجہ سے قائم ہے۔ یا قانونی پابندیوں کے باعث پس سارے حالات کو دیکھ کر میرا عقیدہ یہ ہے کہ محبت کو اُس کی اپنی بنیاد پر قائم ہونے کا موقعہ دینا چاہئے۔ وہ ایک ایسی طاقت ہو جسے کسی امدادی قوت کی حاجت نہ رہے۔ اس کا انحصار باہمی اعتماد پر ہو اور وہ ہر پہلو سے آزاد اور خودمختار رہے۔ جبر کو تو اس میں مطلق دخل نہ ہو۔ یہ شرطیں ہیں۔ جن پر میں دودلوں کی باہمی محبت کے ہمیشہ قائم رہنے کی قائل ہوں۔ اس لئے چارلس اگر تم اپنی پرڈیٹا کو ان شرطوں پر قبول کرنا منظور کرتے ہو تو اس کی جان تک حاضر ہے۔ لیکن اگر تمہاری خواہش ان فضول اور بے سود مراسم کو ادا کر کے ہی مجھ تک پہنچنے کی ہے جنہیں دنیا شادی کا نام دیتی ہے تو اگرچہ تمہاری جدائی میرے لئے بےحد شاق ہو گی۔ ۔ ۔ اگرچہ ممکن ہے میں اس جدائی کی تاب نہ لا کر درد فراق کا شکار ہو جاؤں۔ تاہم پھر میرا آخری فیصلہ یہ ہے کہ ہم دونو میں ایک سچے اور وفادار دوست کا رشتہ ہی قائم رہ سکتا ہے۔ اس سے زیادہ نہیں
جان سے پیاری پرڈیٹا" چارلس نے کہا" جو کچھ تم نے کہا اسے میں نے غور سے سن لیا۔ کیا تم میری محبت کو اتنا کمزور سمجھتی ہو کہ وہ ایسے امتحانات میں ناکام ثابت

ہو گی۔ بالکل نہیں۔ یہ بین تمہارے ان عجیب و غریب خیالات کو اُس محبت کا جو تمہیں مجھ سے ہے۔ ایک تازہ ثبوت سمجھتا ہوں کیونکہ جو شرائط تم عاید کر رہی ہو۔ وہ بجائے خود مجھے اس بات کا یقین دلاتی ہیں۔ کہ تمہیں میری وفاداری اور باعزت ارادوں پر کامل اعتماد ہے"۔

"بے شک ہے"۔ پرڈیتا نے جواب دیا "کیونکہ میں دنیا کے عام دستور کے خلاف ظاہری مراسم کے بغیر اپنی ذات کو تمہارے حوالہ کرتی ہوں۔ مجھے ہر لحاظ سے تمہاری بیوی بن کر رہنا منظور ہے۔ صرف اُس رسم سے گذرنا منظور نہیں جسے روا جاً ہر نیک اور پاک عورت اپنی زندگی کا پہلا مقصد سمجھتی ہے۔ مگر پیارے چارلس میں پھر تم سے دریافت کرتی ہوں۔ کیا اس لئے کہ میں حصول راحت کا اپنے طریق پر ایک نیا راستہ تیار کرتی ہوں۔ تمہیں مجھ سے کسی طرح کی نفرت تو نہیں"؟

"نہیں پرڈیتا نہیں"۔ نوجوان نے اُس ہاتھ کو جو اس سادگی سے اُس کی طرف بڑھایا گیا تھا۔ کہ وہ سو جان سے اُس پر فدا ہو گیا۔ اپنے لبوں سے لگاتے ہوئے کہا "لیکن میں پوچھتا ہوں یہ کیونکر ممکن ہوا۔ کہ تم نے اس کم سنی میں ہی محبت اور شادی کے فلسفہ پر اتنی گہری غور و فکر کی ہے۔ اس سے پیشتر تم مجھے بتا چکی ہو کہ میں نے آجتک کبھی کسی سے محبت کی ہی نہیں" ...

پرڈیتا قطع کلام کر کے کہنے لگی "چارلس اگرچہ میں نے دور ہستی کی طرف ۱۶ منزلیں طے کی ہیں۔ تاہم تخیل اور تصور کے میدانوں میں میں اس سے بہت زیادہ مسافت طے کر چکی ہوں۔ میرا اسطالعہ بھی چنداں وسیع نہیں۔ البتہ میں نے فکر بہت کی ہے"۔

"تمہاری ذات حیرت خیز ہے"۔ چارلس نے فریفتہ ہو کر کہا "جس طرح تمہارا حسن اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ اسی طرح تمہارے گرد اسرار کا ایک ایسا نادر حلقہ موجود ہے۔ جو میرے لئے غیر معمولی کشش اور دلفریبی رکھتا ہے۔ اے فرشتہ خصلت پرڈیتا"! چارلس نے بے اختیار ہو کر کہا "تو خوب جانتی ہے کہ میں کس درجہ تیرا پرستار ہوں"!

"چارلس اب میرے لئے تم سے فقط یہی پوچھنا باقی رہ گیا۔ کہ اگر آج ہم اپنی باہمی محبت کے قول و قرار اُسی طریقے پر کریں جس طرح کل ہم نے دوستی کے متعلق

کئے تھے۔ تو ایمان سے کہنا تمہیں بعد میں اس کے لئے افسوس تو نہ ہوگا؟" یہ کہتے ہوئے پرڈیتا نے اس جوان کی طرف ایک ایسی نگاہ سے دیکھا، جو اپنے اندر جذب کی لامحدود طاقت رکھتی تھی

"افسوس!.... اور اس بات کا کہ تم میری بننا منظور کرتی ہو!" چارلس نے بزور کہا۔ "نہیں پرڈیتا نہیں... سو بار نہیں!"

"اور تم اُن شرطوں پر جو میں بیان کر چکی ہوں مجھے اپنی بیوی بنانا منظور کرتے ہو؟... وہ شرطیں جن کے رو سے مراسم شادی ادا ہوئے بغیر ہماری حیثیت زن و مرد کی سی ہو جائے گی؟" پرڈیتا نے سوال کیا۔ اس وقت اس کی ترنم خیز آواز روپہلی گھنٹی کی آواز کی طرح صاف اور دلکش تھی۔ آنکھوں میں محبت کا سرد دیا تھا اور اس کا گرم اور ملائم ہاتھ اس جوان کے ہاتھوں میں۔

چارلس نے اُسے اپنی چھاتی سے لگاتے ہوئے کہا۔ "میری جان میں تمہیں انہی شرطوں پر اپنی بیوی بنانا منظور کرتا ہوں۔ لیکن" اس نے ذرا وقفہ کے بعد جس کے دوران میں وہ بوس و کنار میں مشغول رہے۔ کہا۔ "پرڈیتا ابھی بعض باتیں خاص طور پر قابل لحاظ ہیں۔ مثلاً سب سے پہلے تمہاری والدہ کی مخالفت کا سوال ہے..."

"اوہ! اُسے میں بڑی دلیری کے ساتھ سارے حالات سے آگاہ کر دونگی" پرڈیتا نے کہا۔ "اور میں یقین کرتی ہوں کہ وہ اپنی بے جا مخالفت کی وجہ سے جو بحالات موجودہ غیر ضروری اور بے سود ہوگی۔ میری تلخی کا پیمانہ لبریز کرنے کی کوشش نہ کرے گی۔"

"مگر کیا مسز ہیزلروگ اس خیال سے پریشان اور مضطرب نہ ہو جائیگی کہ اس کی بیٹی نے قانون کی نظروں میں بیوی کا درجہ حاصل کئے بغیر اس قسم کا تعلق قائم کیا؟" چارلس نے اس حسینہ کے چہرہ کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

وہ بولی۔ "اُسے راہ پر لانے کا کام میرے ذمہ رہنے دو۔ اور اپنے متعلق میری ذات کی وجہ سے تم کسی قسم کی پابندی محسوس نہ کرو۔ آئندہ بھی تم اُسی کنبہ میں سکونت رکھ سکتے ہو۔ جہاں آجتک رہتے ہو۔ صرف وقتاً فوقتاً مجھ سے ملنے آجایا کرو بلکہ میں چاہتی ہوں۔ تمہارے وقت کا بڑا حصہ میرے ہی پاس صرف ہو لیکن میری

طرف سے اس بات کا اصرار نہیں۔ کہ جب رشتہ داروں میں تمہاری موجودگی کی ضرورت ہو تو تم تکلیف اٹھا کر میرے پاس آؤ۔"

چارلس کہنے لگا: "ان شرطوں پر بے شک ہماری زندگی بڑی ہی خوشی سے بسر ہو گی۔ اس وقت سے پرڈیٹا میں تمہیں اپنی بیوی سمجھتا ہوں"

"اور میں تمہیں اپنا شوہر" ساحرہ نے حیا سے گردن جھکاتے ہوئے اپنا سر نوجوان کی چھاتی پر رکھ کر کہا۔

اس نے اپنے بازو اس حسینہ کے گرد ڈالے اور دونو کے ہونٹ گرمجوشی اور لذت کے ساتھ ایک دوسرے سے وابستہ ہو گئے۔ رفتہ رفتہ چارلس نے زیادہ دلیری سے کام لے کر اپنے ہاتھ کو پرڈیٹا کی چھاتی کی طرف بڑھایا۔ اور اس مرتبہ اس حسین نے بھی کسی قسم کی مزاحمت نہ کی۔ مگر اس کے باوجود وہ اب بھی اپنی کامل حوالگی پر آمادہ نہ تھی۔ اس کا مقصد فقط یہ تھا۔ کہ چارلس کے دماغ میں اور بھی تیز جذبات جو حد جنون تک پہنچتے ہوں۔ پیدا کئے جائیں۔ چنانچہ جس وقت اس نے اس کی بے تکلفی کو حد انتہا سے بڑھتے دیکھا۔ تو وہ چونک کر اس کے بازوؤں سے نکل گئی اور کہنے لگی: "خاموش! میری ماں واپس آرہی ہے۔ مجھے اس کے قدموں کی چاپ سنائی دیتی ہے"۔

وہ دونو ایک دوسرے سے ہٹ کر صوفہ کے دونو سروں پر بیٹھ گئے اور پرڈیٹا نے اس ملاقات کے دوران میں تیسری مرتبہ اپنے بکھرے ہوئے بالوں کو درست کیا۔ مگر کوئی شخص کمرہ میں داخل نہ ہوا۔ اور نا ہی کسے تھا۔ کیونکہ جیسا پرڈیٹا خوب جانتی تھی۔ اس کی ماں کی آمد کا عذر محض ایک بہانہ تھا۔

پھر وہ اس جوان سے مخاطب ہو کر کہنے لگی: "چارلس اب میں التجا کرتی ہوں کہ تم واپس چلے جاؤ۔ کیونکہ مجھے ہر وقت ماں کی واپسی کا خیال لگا ہوا ہے۔ کل دوپہر کو میں پھر تمہارا انتظار کروں گی۔ کیونکہ مجھے یقین ہے والدہ اس وقت دوبارہ اپنے وکیل کے ہاں جائے گی۔ پس وقت مقررہ پر ضرور مجھ سے ملنا اور پھر میں تمہیں بتاؤں گی کہ والدہ سے میری کیا گفتگو ہوئی"۔

چارلس نے وعدہ کیا: "میں بارہ بجے سے ایک منٹ بھی تاخیر نہ ہونے دوں گا۔ اور اب میں اس جنت کی ایسی راحت کے طلسم کو شکست کر کے ایک لمحہ کے لئے پھر کاروبار

معاملات کا ذکر کرنے کے لئے معافی کا خواستگار ہوتا ہوں۔ بہر حال وہ مختصر رقم جس کا میں نے ذکر کیا تھا۔"

"اوہ! یہ معاملہ بالکل ہی میرے ذہن سے اُتر چکا تھا" پرڈیٹا نے کہا۔"اور ایمان کی بات یہ ہے کہ مالی معاملات سے مجھے دلی نفرت ہے۔ لیکن اب پیارے چارلس تمہاری بیوی کی حیثیت میں میں اس مضمون پر بغیر شرمانے کے اپنے خیالات ظاہر کر سکونگی۔ پس اگر تم آج کسی وقت سہ پہر کو مجھے وہ روپیہ پہنچا دو تو میں اسے خاص عنایت سمجھوں گی کیونکہ اس صورت میں والدہ اس سے اپنی ضروریات پورا کرنے میں کام لے سکیگی۔"

چارلس کہنے لگا "میری جان ایک گھنٹہ سے کم عرصہ میں میں وہ روپیہ ایک لفافہ میں بند کر کے تمہارے پاس پہنچا دوں گا۔ الوداع میری پیاری پرڈیٹا۔ کل تک کے لئے الوداع!"

وہ پھر بڑی گرمجوشی سے ایک دوسرے سے بغلگیر ہوئے اور اس کے بعد چارلس ہیتھ فیلڈ وہاں سے رخصت ہوا۔

مکان پر واپس جانے سے پیشتر وہ اپنے منتشر خیالات کو جمع اور سکون حاصل کرنے کی غرض سے باغ میں سیر کو نکل گیا۔ اور اس وقت وہ بے وفائی جو اس کیطرف سے لیڈی فرانسس کے متعلق عمل میں آئی تھی۔ اپنی خوفناک عریانی میں اس کی نگاہوں میں پیش ہوئی اُسے یاد آیا کہ میں نے آج ہی صبح اس سے شادی کی درخواست کی تھی۔ اور اس درخواست کے صرف گھنٹہ بھر بعد میں نے پرڈیٹا مسز ہارڈنگ سے ایک عجیب اور ناشائستہ تعلق قائم کرنے کی حماقت کی۔

اُسے اپنا طرز عمل نہایت معیوب نظر آتا تھا اور اُس کا دل اُسے بار بار ملامت کرتا تھا مگر باوجود اس کے وہ پرڈیٹا کے سحر عشق سے اس درجہ مسحور ہو چکا تھا کہ اُس سے قطع تعلق کا خیال ایک لحہ کے لئے بھی دل میں پیدا نہیں ہوا۔ اُس کی حالت اُس قمار باز کی سی تھی۔ جو اس بری عادت کے لئے اپنے آپ کو بار بار ملامت کرتا ہے مگر ذرا دیر بعد جب پھر موقعہ ملتا ہے تو اور زیادہ سرگرمی سے کھیلنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

چارلس کو وہ راحت عظیم یاد آئی۔ جو اس قابل ذکر دن کو اسے حاصل ہوئی تھی۔ اور جس کے کل پھر حاصل ہونے کی اُمید لگی ہوئی تھی وہ اپنے ذہن سے اس حسن و جمال کے تصور کو خارج نہیں کر سکتا تھا جس نے اس کے دماغ میں جنون کی سی حالت پیدا کر دی

تھی۔ جتنا زیادہ وہ پرڈیٹا کے حسن سحر افروز کو یاد کرتا۔ اتنا ہی اس سے قطع تعلق کرنے کا خیال دل سے خارج ہوتا جارہا تھا۔

وہ اپنے دل سے کہنے لگا "بہرحال پرڈیٹا کے ساتھ میرا تعلق ناقابل شکست نہیں ہوگا۔ اور یہ ضروری نہیں کہ میں برائی یا بھلائی کے لئے ہمیشہ اس سے وابستہ رہوں ہمارے درمیان رسم شادی ادا نہیں ہوئی اور نہ ہوگی۔ بس ہمارا تعلق ایسا نہیں ہوگا۔ کہ میں اُسے اپنی مرضی کے مطابق توڑ نہ سکوں ... مگر کیا میرے لئے یہ امر موجب شرم نہیں کہ میں اس قسم کے ادنیٰ خیالات کو اپنے دل میں پیدا ہونے دوں۔ وہ حسینہ تو اتنی باوفا اور اس قدر پُراعتماد کہ اُن مراسم سے دست کش ہونے پر آمادہ ہے جو مرد و زن کے تعلق کو دائمی بناتے ہیں۔ اور میری سفاہت اس قدر کہ میں اُس کے اعتماد سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔ نہیں اے حسین و دلفریب اور پُراسرار پرڈیٹا یہ غیر ممکن ہے کہ تیرا پرستار تجھ سے غداری کرے۔ کیا ہوا اگر ہمارے درمیان کسی قسم کے قانونی تعلقات قائم نہیں۔ کیا تیری فطری خوبیاں اور تیرا سحر حسن اپنے اندر کم کشش رکھتا ہے! اُف! اس قدر جنون آمیز عشق ہے۔ کہ جس کی حد تک نگاہ نہیں پہنچتی۔ پرڈیٹا آخر تو نے مجھ پر کیا اثر ڈال دیا؟ ... مگر نہیں میں تو خود اپنی مرضی سے تیرا غلام ہوں۔ میں اپنی خواہش سے تیرا پرستار حسن بنتا ہوں۔ تیری محبت کی ریشمی زنجیریں ایسی ہیں۔ کہ اگر اُن کی گرہ کشائی میرے اختیار میں ہو۔ تو بھی اُن سے بچنا محال ہے۔ نہیں میری قابل پرستش حسینہ میرا اور تیرا تعلق کبھی شکست نہیں ہو سکتا۔ اگر تو مجھ پر کوئی فوق الفطرت اثر رکھتی ہے تو بھی مضائقہ نہیں کیونکہ میں اپنے دل میں محسوس کرتا ہوں۔ اگر تو شیطان بصورت انسان ہوتی ... اگر تو سچ مچ مثال بھی ہوتی جو مجھے خواب میں دکھائی دیا تھا۔ تو میں تیری محبت سے جب بھی دست کش نہ ہو سکتا!"

رہا لیڈی فرانسس ایلنگہم کا معاملہ۔ بے شک اس کی یاد نے چارلس کے دل میں کچھ درد پیدا کیا۔ مگر اس نے سوچا۔ میرا اُس سے شادی کی درخواست کرنا ایک غلط اندیشانہ فعل تھا۔ اس کے علاوہ میں نے اُس سے یہ درخواست صرف والد کے کہنے سے کی تھی۔ اور وہ درخواست بھی اس حد تک نہیں پہنچی۔ کہ میرے لئے پیچھے ہٹنا غیر ممکن ہو۔

افسوس! چارلس ہیمنٹ! افسوس صد ہزار افسوس! پرڈیٹا کی ریاکاری نے تجھے بھی اتنا

ریا کار بنا دیا۔ کہ رفتہ رفتہ تو انتہائی شیطنت کی حد تک پہنچ گیا ہے!
تجھے اُس ملامت کی پروا نہیں۔ جو تیرا ضمیر کر رہا ہے۔ کیونکہ تو پرڈیٹا کے مہلک حسن سے مسحور ہو چکا ہے۔ اس وقت ایک ہی امید تیرے لئے شمع راہ ثابت ہو رہی ہے اور وہ اُمید اُس حسینہ کے آغوش میں جنت کی دلفریب راحتوں کو حاصل کرنے کی ہے!
اس امید کے زیر اثر تو لیڈی فرانسس ایلنگھم کے نام کو بھی جس سے تو نے بدترین غداری کی اپنے ذہن سے خارج کر رہا ہے۔
باغ میں نصف گھنٹہ کے قریب گشت کرنے کے بعد چارلس ہیٹ فیلڈ کو یاد آیا کہ مجھے وہ رقم جو میں نے اپنے اخراجات سے بچا کر رکھی ہوئی ہے۔ پرڈیٹا کے ہاں بھیجنی چاہئے۔ وہ تیزی سے چلتا اپنے مکان پر پہنچا۔ اور وہاں اُس نوکر کے سوا کسی نے دروازہ کھولا اُس کے کسی رشتہ دار نے اُس کی واپسی کو نہیں دیکھا۔ اور یہ اچھا ہوا۔ کہ وہ تنہا اپنے کمرہ میں پہنچ گیا۔ کیونکہ اُس کے رخساروں پر اب تک جوش کی وجہ سے اتنی سرخی چھائی ہوئی تھی کہ وہ ڈرتا تھا۔ کہیں میری صورت دیکھکر کسی کو کچھ شبہ پیدا نہ ہو جائے۔
میز کا ایک خفیہ دراز کھول کر اُس نے وہ تمام بنک نوٹ نکالے جو اُس کی بچت کا روپیہ تھے اور اُنہیں ایک لفافہ میں بند کر کے وہ خود اُسے سفک سٹریٹ میں پہنچانے گیا اس کام سے فارغ ہو کر وہ پھر باغ میں چلا گیا اور وہاں اُس وقت تک پھرتا رہا۔ حتےٰ کہ کھانا کھانے کا وقت قریب آ گیا۔ ناظرین بھولے نہ ہوں گے کہ اسی رات کو ارل آف ایلنگھم کے قصر میں پرنس آف مونٹونی کے اعزاز میں ایک دعوت دی جانیوالی تھی جس میں خود پرنس نے حصہ لینا تھا۔
آخر جب وہ وقت قریب آیا تو چارلس ہیٹ فیلڈ کا دل بڑے زور سے دھڑک رہا تھا۔ کیونکہ اُس مشہور بہادر کے متعلق تعریف کے جو جذبات اُس کے دل میں پیشتر پیدا ہو چکے تھے۔ وہ اب پھر تازہ ہو گئے۔ اس وقت اُس کے ذہن میں عجیب اضطراب اور جد وجہد ہو رہی تھی۔ ایک طرف پرڈیٹا کی یاد بے چین کر رہی تھی۔ اور دوسری جانب پرنس کی عظمت کا خیال اور تھوڑا... ہاں صرف تھوڑا سا خیال لیڈی فرانسس ایلنگھم کے ساتھ اپنی غداری کا بھی۔

باب ۱۳۴ کیبل سکالا میں اصلاحات

دعوت جو پرنس آف مونٹو فی کے اعزاز میں دی گئی۔ وہ نہایت شاندار اور نامور میزبان اور اُس کی بیگم کی مہمان نوازی اور ذوق سلیم کا بہترین نمونہ تھی۔

خود پرنس نے اس موقعہ پر سادہ لباس پہنا ہوا تھا۔ مگر اُس کی چھاتی پر وہ ستارہ چمک رہا تھا۔ جسے اُس کے رُتبہ کی علامت سمجھنا چاہیئے۔ اور چونکہ ایک دن پیشتر اُسے انگلستان کے گارٹر کا اعزاز بھی دیا جاچکا تھا۔ اس لئے اُس کا نشان بھی اُس کی بائیں ٹانگ پر موجود تھا

دعوت کی میز پر اُس کے بائیں ہاتھ کونٹس آف ایلنگھم اور دائیں جانب لیڈی فرانسس تھی۔ اور اُس کے بعد چارلس ہیٹ فیلڈ ان کے اور ارل آف ایلنگھم مسٹر ہیٹ فیلڈ اور لیڈی جارجیانہ کے علاوہ سرجان لیسلز۔ کیلرنس ولیرز اور ایڈریلامس میز چند اور منتخب احباب موجود تھے جنہیں خاص طور پر اس دعوت میں شریک کیا گیا تھا۔

ہر چند کہ پرنس میں وہ وقار جو اُس کے اعلےٰ اور قابل تعظیم عہدہ کی شان کے لئے ضروری سمجھا جاسکتا ہے۔ موجود تھا۔ تاہم جیسا ہمارے ناظرین کو معلوم ہے فطرتاً اُس کا مزاج نہایت سادہ اور حلیمانہ تھا۔ ہر شخص کے ساتھ وہ ایسے انکسار اور خلق سے پیش آتا کہ اُس کی موجودگی میں کسی کو ذرا تکلف یا تکلیف نہ ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ سرجان لیسلز جس کے مزاج میں بڑھاپے کی وجہ سے تندی اور ترشی پیدا ہوچکی تھی وہ بھی اس نوجوان بہادر کی گفتگو سے بہت خوش ہوتا تھا۔ کیونکہ اُس کی باتوں میں ذرا بھی شان نمود موجود نہ تھی۔

چارلس ہیٹ فیلڈ اس شخص کے قریب بیٹھنے کا موقعہ پاکر جس کا وہ اس درجہ مداح تھا بہت خوش ہوا۔ وہ پرنس کے ہر ایک لفظ کو بڑے غور اور توجہ سے سنتا جس سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ اسے اپنے دل میں ایک دیوتا کے برابر قابل تعظیم سمجھتا ہے۔

جب خواتین کمرہ سے اُٹھ کر چلی گئیں تو گفتگو نے سیاسی معاملات کا رُخ اختیار کیا۔ اور ارل آف ایلنگھم نے پرنس سے باشندگان کیبل سکالا کی نسبت طرح طرح کے سوالات پوچھنے شروع کئے۔ کیونکہ وہ اُن کی نسبت لوگوں کی زبانی اور اخبارات اور

کتابوں کے ذریعہ یہ معلوم کرچکا تہا۔ کہ وہ تہذیب خوشحالی اور راحت کی اعلیٰ ترین منزل میں ہیں۔

"پرلس نے جواب دیا۔ ہز سادرن ہائنس یعنی میرے قابل تعظیم خسر نے پوری کوشش سے کام لیکر وہاں کے باشندوں کو ہر طرح خوشحال اور اقبال مند بنادیا ہے ممکن ہے بعض لوگ یہ سمجہیں کہ رعایا کی اقبال مندی کا بادشاہ کی کوششوں سے کچہہ تعلق نہیں ہوتا لیکن حقیقت میں معاملہ اتنا مشکل نہیں۔ اگر حاکم وقت ذراسی قوت امتیازی سے کام لے۔ تو وہ دیانت دار نیک نہاد اور فراخ حوصلہ وزرا کا انتخاب کرسکتا ہے اور اگر وزرا ان کا انتخاب بہترین اصول پر ہو۔ اور اس میں صرف قابل اور معتمد لوگ موجود ہوں۔ تو حکومت کی ذمہ داری بحفاظت ان کے سپرد کی جاسکتی ہے کیسل سکالا میں ہر شخص کو جو سکونت کے لئے مکان رکہتا ہے۔ خواہ وہ اس کا اپنا ہو یا کرایہ کا حق انتخاب حاصل ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ سوائے ادنیٰ درجوں کے گداگروں کے ہر شخص ووٹ دے سکتا ہے۔ اور چونکہ ووٹ دینے والوں کی تعداد لا محدود ہے۔ اس لئے رشوت کا بازار کبھی گرم نہیں ہوتا۔ لیکن اگر کسی طرح معلوم ہو جائے۔ کہ ایسے موقعہ پر رشوت یا دہمکی سے کام لیا گیا ہے تو اسے ایک جرم سمجہہ کر سزائے قید یا جرمانہ دی جاتی ہے اور شخص مذکور کو عرصہ سات سال کے لئے سول حقوق سے محروم کردیا جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ انتخابات بڑے انتظام طریقہ پر ایمانداری سے ہوتے ہیں۔ لوگ بہی مہذبانہ طریق پر عمل کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ سمجہتے ہیں۔ کہ بادشاہ کا ہم پر کس درجہ اعتماد ہے اور اپنے آپ کو اس اعتماد کے لائق ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔"

سر جان لیسلے جو پرلس کے بیان کو پوری توجہ سے سنا رہا تہا۔ کہنے لگا۔ جس وقت آپ نے کیسل سکالا کو آزاد کرکے اس ملک کا تخت گرینڈ ڈیوک البرٹو کو بخشیں کیا۔ تو وہاں کے باشندے ادنیٰ غلامی کی حالت میں تہے۔ پہر کیا یہ ساری رعائتیں جن کا تعلق کامل آزادی سے ہے۔ انہیں فوراً ہی دیدی گئی تہیں؟ اور کیا وہ لوگ ان رعایتوں کے لئے پہلے سے تیار تہے؟"

پرلس نے جواب دیا" سر جان بات یہ ہے۔ کہ غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی قوم اس جسم کی طرح ہوتی ہے۔ جو کسی خوفناک بیماری میں مبتلا ہو۔ فرض کیجئے آپ کو یہ

اختیار حاصل ہو۔۔کہ آپ اس مرض کو فوراً ہی دور کردیں۔ پھر کیا آپ اسی مریض کو یکایک صحت دینا پسند کریں گے یا آہستہ آہستہ تدریجی طریق پر؟"

ڈاکٹر نے کہا "دیانداری کا جواب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ میری کوشش مریض کو فوراً ہی صحت یاب کرنے کی ہونی چاہیئے"۔

"اس صورت میں سر جان آپ کا یہ سوال کہ کیسل سکالا کے باشندگان فوری مراعات کے مستحق تھے یا نہیں۔ میری طرف سے کسی جواب کا محتاج ہی نہیں"۔ پرنس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "یقین جانئے۔ کہ جو مدبر تدریجی اصلاحات کا حامی بنتا ہے وہ یا تو کمزور اور بزدل ہے۔ یا دل سے لوگوں کی بہتری کا نہیں چاہتا۔ آزادی ہر قوم کا پیدائشی حق ہے۔ اور قومی حقوق کو رعائتیں سمجھنا فاش غلطی ہے۔ فرض کیجئے آپ کی دولت ایک حریص دشمن کے ہاتھ میں ہو۔ پھر کیا آپ اس بات کو پسند کریں گے کہ وہ آپ کا روپیہ رفتہ رفتہ اور بالاقساط ادا کرے؟ ہرگز نہیں آپ کا مطالبہ یہ ہوگا۔ کہ میری دولت میرے حوالہ کی جائے۔ اور اس صورت میں کہ آپ کے مطالبات پر مضحکہ اڑایا جائے یا انہیں پورا کرنے سے انکار کیا جائے آپ اس فعل کو ظلم پر محمول کرینگے۔ ایسے حالات میں اگر کیسل سکالا والوں کو فوراً ہی غلامی سے آزادی مل گئی۔ تو اس میں رعایت یا احسان کی کیا بات تھی؟ چنانچہ جس وقت ہز مجسٹی ہاری نس تخت کیسل سکالا پر جلوہ افروز ہوئے۔ تو انہوں نے ایک حکم نافذ کیا کہ میں عام حق انتخاب کو بطور رعائت لوگوں کو نہیں دیتا۔ بلکہ اسے ان کا حق افضل سمجھتا ہوں۔ ان کے الفاظ یہ نہیں تھے کہ "میں تمہیں یہ رعایت دیتا ہوں"۔ بلکہ انہوں نے یہ فرمایا تھا کہ "میں تمہارے اس حق کو ایک لمحہ کے لئے بھی روکنا نہیں چاہتا"۔ لوگوں نے جب دیکھا کہ ہمارے ساتھ بچوں کی طرح سلوک نہیں کیا جاتا۔ بلکہ ہمیں ایک آزاد اور روشن خیال قوم سمجھا جاتا ہے۔ تو وہ بادشاہ کے بہت ممنون ہوئے اور ان کے دلوں میں اس کی عزت اور احترام دوبالا ہوگیا۔ چنانچہ مناسب وقت پر پارلیمینٹ کا اجلاس ہوا تو اس میں سینیٹر اور نائبین دونو منتخب شدہ تھے۔ اور موروثی امارت کا اصول بالکل ہی نظر انداز کردیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ سینیٹ کے صدر کی نامزدگی بھی گرینڈ ڈیوک کی طرف سے نہیں ہوتی۔ بلکہ اسے بھی دارالنائبین کے پریزیڈنٹ کی طرح اراکین پارلیمینٹ منتخب کرتے ہیں۔ گرینڈ ڈیوک نے رعایا سے اس بات کا وعدہ کیا۔ کہ صرف انہی دو

کو نامزد کیا یا برسر اقتدار رکھا جائیگا جنہیں پارلیمنٹ کثرت رائے سے پسند کرے چنانچہ یہی وجہ ہے۔ کہ میں نے معرکہ موٹونی کے بعد زیجنٹ کی حیثیت میں جس وزارت کو قائم کیا تہا۔ وہ اس لئے اب تک قائم چلی آتی ہے۔ کہ کثرت رائے اُس کے حق میں ہے پارلیمنٹ کے دونو حصوں میں فریق مخالف بہی موجود ہے۔ جس میں پرانی طرز کے امرا، اعلیٰ درجہ کے پادری لوگ اور چند مالدار مالکان کارخانجات شامل ہیں اور میرا عقیدہ یہ ہے کہ کسی ملک کی اچھی حکومت کے لئے فریق مخالف کا موجود ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ سبھی قوانین یکزبان پسندیدگی کے ساتھ پاس کئے جائیں۔ تو کسی معاملہ کی تہ تک پہنچنا غیر ممکن ہو جاتا ہے۔ یہ وجہ ہے کہ کیسل سکالا کے ترقی کن وزرا فریق مخالف کی مخالفت کرنے کی بجائے اُسے بنظر استحسان دیکھتے ہیں۔ اگرچہ عام رائے وزرا ہی کے حق میں ہے"۔

"مطلب یہ کہ کیسل سکالا میں گرینڈ ڈیوک کا وجود کچھ اہمیت نہیں رکھتا؟" سر جان لیسلز نے کہا۔

"نہیں نہیں"۔ پرنس نے نرمی مگر استقلال کے ساتھ جواب دیا" ہر ملک میں ایک اعلیٰ انتظام حاکم ہونا ضروری ہے۔ اور گرینڈ ڈیوک کو وہی رتبہ حاصل ہے۔ خیال فرمایئے کہ رعایا میں سے ایسے اشخاص معلوم کرنے کا کام جو داد و تحسین کے مستحق ہوں علوم و فنون کی قدر دانی۔ ادنٰے لیکن مستحق اشخاص کی ترقی اور اس قسم کے اور بیشمار کام جنہیں کسی مملکہ کا اعلیٰ حاکم اپنے اختیارات کے رو سے سرانجام دے سکتا ہے۔ اُنہیں سرانجام دینا کسی نیک دل حکمران کے اختیارات کو زائل نہیں کرتا۔ آپ کیسل سکالا کی حیثیت کو یوں سمجھ سکتے ہیں۔ کہ اُس ملک میں بہی ایک تخت تو موجود ہے۔ مگر آئین جمہوریت سے گھرا ہُوا۔ اور یہ بات چنداں اہمیت نہیں رکہتی۔ کہ خود البرٹو کو پریزیڈنٹ کہا جائے یا گرینڈ ڈیوک شہنشاہ کہا جائے یا بادشاہ۔ کیونکہ کسی حاکم کے عہدہ کا نام کچھ اہمیت نہیں رکہتا۔ دیکھنا فقط یہ ہوتا ہے۔ کہ اُس اعلیٰ عہدہ کے حقوق سے کام کیونکر لیا جاتا ہے"

"مگر کیسل سکالا کی بادشاہت موروثی ہے اور اس کے باوجود آپ یہ کہتے ہیں کہ میں موروثی امارت کا مخالف ہوں۔ پس اگر یہ اصول ایک پہلو سے قابل اعتراض ہے۔ تو کیا وجہ ہے۔ دوسرے پہلو سے بہی ایسا ہی نہ سمجھا جائے؟" سر جان لیسلز نے پوچھا۔

پرنس کہنے لگا "میں آپ کے قطع کلام کے لئے معافی چاہتا ہوں۔ لیکن آپ کو معاملہ

کے سمجھنے میں مغالطہ ہوا ہے۔ ہمارے ہاں وراثت کا اصول بادشاہت کے سلسلہ میں بھی موقوف کیا جا چکا ہے۔ البرٹو نے اپنی مرضی سے اس حق وراثت سے دست برداری اختیار کر لی تھی۔ چنانچہ اُن کا پہلا فعل یہ تھا کہ انہوں نے شاہی موروثی جواہرات پارلیمنٹ کے حوالہ کر دئے۔ اُنہوں نے یہ بھی کہا کہ میں ہر معاملہ میں رعایا کی مرضی پر چلنے کو آمادہ ہوں پارلیمنٹ نے خود اُنہیں بادشاہ پسند کیا۔ اور اپنی مرضی سے مجھے اس ملک کا ولیعہد منتخب کر کے میری عزت افزائی کی۔ اس کے علاوہ موروثی اصول اس لئے بھی حقیقتاً مٹ چکا ہے۔ کہ وہاں ایک نسل اپنی پیشرو نسل کے کسی فعل کی پابند نہیں۔ چنانچہ ممکن ہے وہ قانون جس کے رو سے مجھے ولیعہد مقرر کیا گیا تھا۔ اُسے کوئی نئی پارلیمنٹ منسوخ کر دے ظاہر ہے کہ کوئی قوم جو اصول مدنیت سے باخبر ہو اور اپنے فائدہ کو سمجھتی ہو۔ وہ اصول وراثت کی ہرگز حمایت نہیں کر سکتی۔ کیونکہ اس کی بدولت ممکن ہے آج آپ کو ایک نیک نہاد بادشاہ حاصل ہو۔ اور کل کو ایک جابر نا عاقبت اندیش یا اصول اخلاق سے گرا ہوا شخص اس کا جانشین ثابت ہو۔"

لیسلز کہنے لگا۔ "میں آپ کی دلیل کو وزندار تسلیم کرتا ہوں۔ اور اس پر میرا اعتراض اس لئے نہیں۔ کہ میں کیسل سکالا کے طرز حکومت کو ناپسند کرتا ہوں۔ بلکہ اس وجہ سے ہے کہ جن اصول پر آپ نے عمل کیا۔ میں ان کی نسبت مزید واقفیت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں میرا سوال یہ ہے کہ ان نئے اصول پر عمل کرنے سے آپ کے ملک میں لوگوں کو کیا فائدہ پہنچا؟"

پرنس نے جواب دیا۔ "سر جان سب سے پہلا فائدہ تو یہ ہے کہ انتخابات بالکل لوگوں کے اپنے ہاتھ میں ہیں۔ اور وہ پارلیمنٹ میں ایسے قائم مقام بھیجتے ہیں۔ جو قابل خوبیاں رکھتے ہوں۔ اُن کو نہیں بھیجتے جو اپنی نشستیں زر و مال کی مدد سے حاصل کرتے ہوں بہر حال یہ بات کثیر التعداد ممبران پارلیمنٹ پر صادق آتی ہے۔ ہمارے ہاں انتخابات پارلیمنٹ ہر دو سال کے بعد ہوتے ہیں۔ اور اس طرح پر اگر کوئی منتخب شدہ ممبر نا قابل ثابت ہو۔ یا وہ اُن لوگوں کو جنہوں نے اُسے منتخب کیا تھا۔ دھوکا دے تو وہ اُسے آسانی اپنی قائمقامی سے ہٹا سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اُن کی قابلیت معلوم کرنے کا عرصہ بھی کافی مل جاتا ہے اس انتظام کا نتیجہ یہ ہے کہ کثیر التعداد ممبران پارلیمنٹ ایک

محدود جماعت کے فائدہ کے لئے نہیں بلکہ عوام کی بہتری کے لئے قانون سازی کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں اچھے قوانین ہی پاس ہوتے ہیں۔ لوگوں کو اطمینان اور راحت حاصل ہوتی ہے۔ تہذیب ترقی کرتی ہے اور ملک دن بدن خوشحال ہوتا جاتا ہے۔ اس کے بعد پرنس نے ارل کیطرف متوجہ ہوکر کہا۔ بانی لارڈ واپ کی وہ قابل یادگار تقریر جو انیس سال پیشتر آپ نے دارالامرا میں کی تھی۔ اور جس کی بدولت آپ ملک وقوم کے محسن اور محافظ ثابت ہوئے ہمیشہ تاریخ میں ثبت رہے گی۔ اور میں خوشی سے آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ آپ کی اس تقریر اور بعد کی تقریروں سے کیسل سکا کی حکومت میں بہت سے سبق حاصل کئے گئے ہیں"۔

ارل نے پرنس کا ان عنایت آمیز الفاظ کے لئے شکریہ ادا کیا۔ اور پرنس نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا "آپ جانتے ہیں مجھے خوشامد سے دلی نفرت ہے اور جو کچھ میں آپ کے روبرو کہہ رہا ہوں۔ وہ میرے جذبات کا صحیح آئینہ ہے۔ آپ کو یہ جان کے خوشی ہوگی۔ کہ آپ نے یہاں کی پارلیمنٹ میں جو پہلی اور زبردست تقریر کی تھی۔ اس پر کیسل سکا لا میں کامیابی سے عمل کیا گیا ہے۔ مجھے خیال تھا کہ شاید آج اس جلسہ دعوت میں مجھ سے باشندگان کیسل سکالا کی حالت کے متعلق متعدد سوالات پوچھے جائیں گے۔ اس لئے میں اس قابل یادگار تقریر کی۔ ایک نقل اپنے پاس رکھ لی تھی اور اب میں مفصل طور پر یہ عرض کرتا ہوں۔ کہ آپ کے خیالات کو کیسل سکالا کی حکومت میں کس طرح پر عملی صورت دی گئی"۔

یہ کہتے ہوئے پرنس نے ایک مسودہ کھول کر اپنے سامنے رکھ لیا۔ اور پھر حاضرین سے مخاطب ہوکر کہنے لگا۔

"یور لارڈشپ نے اس موقعہ پر کہا تھا کہ اکثر بیان کیا جاتا ہے مزدور پیشہ جماعت کے لوگ۔ ناعاقبت اندیش ناشکرگذار اور کم عقل ہوتے ہیں۔ اور زمانہ ضرورت کے لئے سامان جمع کرکے نہیں رکھتے۔ لیکن آپ نے بزور اس خیال کی تردید کی اور دلیل کے طور پر آپ نے فرمایا تھا کہ حقیقت میں جب یہ لوگ اپنی ناگوار اشتعالات کو دیکھ کر مایوس ہو جاتے ہیں۔ تو ان کی تشویش ہی ساری خرابیوں کا موجب ثابت ہوتی ہے اگر اس طبقہ کے لوگوں کی حالت ایسی کر دی جائے۔ کہ انہیں ہر وقت زندگانی کی فکر رہے

اگر اُن کی محنت کا معقول معاوضہ دیا جائے اور سرمایہ دار طبقہ کے لوگ اُن کی اچھی طرح قدر کریں۔ اگر اُن کی شرح اُجرت کا پیمانہ اس طریق پر قائم ہو جائے۔ کہ کم از کم تنخواہ مقرر ہو۔ مگر زیادہ سے زیادہ کی کوئی انتہا نہ رہے۔ تو یقین ہے کہ اُن آسائشوں کے ذریعہ جو اس طریق پر اُنہیں حاصل ہونگی۔ اُن کے وہ تمام تفکرات دور ہو جائیں۔ جو بحالت موجودہ اُنہیں شراب خانہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔" سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے پرنس نے کہا۔ "مائی لارڈ اور صاحبان بزم اس مشورہ پر کمیل سکالا میں عمل کیا گیا ہے۔ چنانچہ وہاں کم از کم شرح اجرت مقرر کر دی گئی ہے۔ اور وہ شرح ایسی ہے۔ کہ اُسے حاصل کرتے ہوئے ہر ایک مزدور اپنے کنبہ کو باعزت حالت میں رکھ سکتا ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے۔ کہ اس طریق کو عمل میں لاتے ہی مفید نتائج پیدا ہونے شروع ہو گئے۔ یعنی جرائم میں تخفیف ہونے لگی۔ اور اعداد و شمار سے واضح ہو گیا۔ کہ شراب نوشی میں بھی غیر معمولی تخفیف ہو رہی ہے۔ شراب بیر اور تمباکو کا خرچ اتنا گھٹ گیا۔ کہ لوگوں کی عادات اصلاح پذیر ہو جانے کے باعث بیشمار شراب فروشوں اور تمباکو بیچنے والوں کو خسارہ ہوتے دیکھ کر گورنمنٹ کو اُن کی امداد کرنی پڑی۔ مالکوں نے بھی جلدی ہی اپنے ملازموں کی اصلاح یافتہ حالت کے فوائد کو محسوس کر لیا۔ کیونکہ اس طریق پر اُن کے کاریگر عمدہ اور زیادہ کام کرنے لگے۔ اور زراعت اور پیداوار میں غیر معمولی ترقی ہو گئی۔ جیسا آپ نے اُس وقت فرمایا تھا۔ کمیل سکالا میں زیادہ سے زیادہ کوئی شرح اُجرت مقرر نہیں۔ اور جب میں قریباً ایک ماہ پیشتر کمیل سکالا سے روانہ ہُوا۔ تو مزدوروں کی اُجرتیں سابق کی نسبت غیر معمولی طور پر زیادہ تھیں۔ مزدوروں کی مانگ بھی بہت بڑھ گئی ہے۔ اور اگرچہ ملک میں آبادی بکثرت ہے۔ تاہم ہر شخص کے لئے جو مزدوری کا خواہشمند ہو۔ کام مہیا کیا جاتا ہے اس وقت کمیل سکالا میں یہ حالت ہے کہ صرف دو ہی طرح کے لوگ محتاج یا گداگر ہیں۔ یعنی وہ جو بالکل کام نہیں کر سکتے۔ یا جو کام کرنا نہیں چاہتے۔ لیکن ایسے لوگوں کی تعداد جو کام کرنے کے خواہشمند نہ ہوں۔ نسبتاً بالکل محدود ہے۔ کیونکہ کچھ تو لوگوں کی دیکھا دیکھی اور کچھ حب وطن کے جذبات کے زیر اثر قریباً سبھی لوگ کام کرنے لگ گئے ہیں۔ جس کا نتیجہ عام خوشی اور خوشحالی ہے۔" اپنی اُس تقریر میں آپ نے ایک اور بات بھی کہی تھی۔ جسے ذرا سی تبدیلی کے ساتھ کمیل سکالا پر عاید کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ اب وہاں

زیادہ سے زیادہ کوئی شرح اُجرت مقرر نہیں۔ کیونکہ اُجرت کی شرح اُس کام کی مقدار
یا فائدہ کے لحاظ سے بڑھتی رہتی ہے۔ جو مزدور لوگ سرمایہ داروں کے لیے کرتے
ہیں۔ لیکن اس کے مقابلہ میں کم از کم شرح اُجرت قائم ہو چکی ہے۔ جس سے اُن ایام
میں جب مزدوروں کی مانگ بہت کم ہوتی ہے۔ یہ لوگ بیکاری کے مضر اور تباہ کن
اثرات سے محفوظ رہتے ہیں۔ اس کارروائی کو بڑے کلاں کارخانجات کے لیے مضر نہیں سمجھا
جاتا۔ کیونکہ جن ایام میں کاروبار تیزی پر ہوتا ہے۔ اور تجارت چمکتی ہے تو یہ لوگ یعنی
کارخانہ دار تھوڑے عرصہ میں ہی نہایت معقول نفع کما لیتے ہیں۔ پس جن ایام میں کاروبار
کم ہو۔ تو انہیں پھر بھی ایسی شرح اُجرت ادا کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے کہ اُن کے ملازم
آسائش کی زندگی بسر کر سکیں۔ کارخانہ دار لوگ خوشحالی کے ایام میں اتنا روپیہ جمع کر لیتے
ہیں کہ انہیں نہ صرف معقول آمدنی ہوتی رہتی ہے۔ بلکہ بہت سا سرمایہ جمع بھی ہو جاتا
ہے۔ لیکن مزدور چونکہ زیادہ سے زیادہ اُجرت پر بھی ایام مصیبت کے لیے کچھ پس انداز
نہیں کر سکتے۔ اس لیے یہ نامناسب سمجھا جاتا ہے کہ سرمایہ دار مزدوروں سے صرف اُن
ایام میں ہی کام لیں جب انہیں ضرورت ہو۔ اور جب ضرورت باقی نہ رہے۔ تو انہیں ملازمت
سے محروم کر دیں۔ یا نہایت ناکافی معاوضہ دیں۔ درحقیقت ان مزدوروں کی مزدوری
کی بدولت ہی مالکوں کو نہ صرف معقول سالانہ آمدنی ہوتی ہے۔ بلکہ وہ مستقل جائیداد پیدا
کر لیتے ہیں۔ پس مزدوروں کی مزدوری کی قدر و قیمت صرف اُس عرصہ کے لیے ہی نہیں
سمجھی جاتی۔ جب تک ان کے کام سے عظیم منافع حاصل کیا جا سکے۔ کیسل سکالا میں مزدور کا سٹاک
اُس کی مزدوری سمجھا جاتا ہے۔ اور اس مزدوری کا نفع دائمی طور پر اسی طرح اُسے ملتا ہے
جیسے کسی بنک میں جمع شدہ روپیہ کا سود اور جس طرح تجارت کے چمکنے پر روپیہ کی شرح
سود بڑھ جاتی ہے۔ اسی طرح ترقی تجارت کے ایام میں مزدوروں کی مزدوری بھی بڑھا دی
جاتی ہے لیکن جیسے شرح سود کا ایک کم از کم پیمانہ مقرر ہے اسی طرح مزدوری کا بھی ایک
کم از کم پیمانہ قائم سمجھا گیا ہے اور یہ تو بالکل نہیں ہوتا۔ کہ جب ضرورت نہ رہے تو مزدوروں
کو جواب دے دیا جائے۔ جس طرح ایک ہزار پونڈ کی رقم کسی بنک میں جمع کرا دی جائے۔ تو اس
پر تین فیصدی کا سود ہر وقت مل سکتا ہے اور خاص خاص موقعوں پر چھ یا سات فیصدی کا
بھی۔ اسی طرح کیسل سکالا میں مزدوروں کی مزدوری کو سمجھا گیا ہے۔ جب تجارت کا کام

ہلکا ہو۔ تو کارخانہ داروں کے نفع میں تخفیف ضرور ہوتی ہے۔ مگر وہ اُس کی بدولت تباہ نہیں ہو جاتے۔ اُنہیں ان ایام میں معقول اضافہ نہ بھی ہو۔ تو اُن کا اندوختہ اُن کی حاجات پورا کرنے کے لئے کافی ہوتا ہے۔ لیکن غور کیجئے۔ اُن کے ملازموں کی حالت اُن سے کتنی مختلف ہے۔ اُن کے لئے بیکاری یا آمدنی کی کمی تباہی۔ فاقہ کشی اور موت کے معنی رکھتی ہے۔ اس سے ان کے چھوٹے خوشگوار گھروں میں ابتری پھیل جاتی ہے۔ بچوں کی تعلیم رُک جاتی ہے۔ اُن میں بداخلاقی اور ذلت نمودار ہونے لگتی ہے۔ حتیٰ کہ احتیاج اپنا قدم جما کر اُنہیں دست امداد پھیلانے کے لئے مجبور کرتی ہے۔ یہ تمام خوفناک خرابیاں اُس نظام کی بدولت جو کیسیل سکالا میں زیر عمل لایا گیا ہے بالکل رفع ہو چکی ہیں قدرتی طور پر بہت سے اضلاع میں مختلف اوقات پر مزدوروں کی مانگ اور بہم رسانی میں مساوات قائم نہیں رہتی۔ اس کے متعلق گورنمنٹ کو ایسے انتظامات عمل میں لانے پڑے ہیں۔ کہ شرح اُجرت میں وہ خوفناک انقلاب پیدا نہ ہو۔ جو بنا بریں محنت کش مستحق اور باشقت مزدوروں کے لئے تباہی کا موجب ثابت ہوتا ہے۔ فی الحقیقت ایک ایسا قانون پاس کر دیا گیا ہے۔ جس کے رو سے کسی مزدور کو ایک خاص قائم کردہ شرح اُجرت سے کم اُجرت ہرگز نہیں دی جاتی۔ اس طرح پر مائی لارڈ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ ان تمام معاملات میں آپ کی رائے پر حرف بحرف عمل کیا گیا ہے۔ اور آپ کے وہ خیالات محض ایک نظریہ کی صورت نہیں رکھتے۔ بلکہ اُن کو قابل عمل بنایا گیا ہے۔ میں پوری ایمانداری کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں۔ کہ اس اصلاحی طریقہ کا اثر نہایت ہی مفید ثابت ہوا ہے آہ کاش ان طریقوں پر میرے اپنے اہل وطن بھی عمل کرنے لگیں۔ تاکہ اُن کا سوشل درجہ بھی بلند ہو۔ اور اُن میں بھی غربا کی حالت اصلاح پذیر ہو سکے۔" لارڈ ایلنگھم نے نیچے زور سے بڑے پرجوش لہجہ میں کہا۔

پرنس آف سونٹونی کہنے لگا۔ وہ دن دور نہیں جب انگلستان کے باشندے بھی اِن عظیم صداقتوں کو تسلیم کریں گے۔ جن کی توضیح آپ نے ۱۹ سال پیشتر اپنا لما میں کی تھی۔ اور اگر بالفرض اب تک آپ انگلستان کے امرا اور اراضی داروں کو موجودہ طریقہ کی خرابی کا یقین نہیں دلا سکے۔ تو کیا آپ کے لئے یہ جاننا کم موجب اطمینان ہے۔ کہ آپ کی تجاویز پر کیسیل سکالا کی گرینڈ ڈچی میں حرف بہ حرف عمل کیا گیا ہے اور اس

میں پوری کامیابی حاصل ہوئی ہے"

ارل نے کہا "آپ کی بیان کردہ کیفیت سے مجھے سچی خوشی حاصل ہوئی ہے۔ میں نے بہت سی اصلاحات کا ذکر پڑھا اور سنا تھا۔ جو اٹلی کی اس ریاست میں عمل میں لائی گئی ہیں۔ جس کا تخت آئین جمہوریت سے گھرا ہوا ہے۔ لیکن اس کا مجھے خواب میں بھی خیال نہیں آیا تھا۔ کہ میرے خیالات اور عقائد کا اس ملک کی خوشحالی اور اقبال مندی سے کسی قسم کا تعلق ہے۔ جسے انگلستان کا لبرل فریق آجکل قابل نمونہ سلطنت قرار دیتا ہے"

پرنس کہنے لگا "مائی لارڈ آپ کو اس بات کا یقین دلانے کے لئے کہ کیسل سکالا کا موجودہ عروج کس حد تک آپ کے خیالات کا ممنونِ احسان ہے۔ میں پھر آپ کی اُس "قابل یادگار تقریر" کا حوالہ دیتا ہوں۔ جس کے دوران میں آپ نے کہا تھا کہ انگلستان میں مزدور پیشہ جماعتوں کو ملکی حقوق میں کوئی حصہ لینے کا موقع نہیں دیا جاتا۔ مگر میں آپ کو کہہ چکا ہوں۔ کہ کیسل سکالا کی گرینڈ ڈچی میں حالت اس کے بالکل برعکس ہے۔ پھر آپ نے کہا تھا کہ انگلستان میں چھوٹی چھوٹی جائدادیں غربا کے ہاتھ میں کہیں نظر نہیں آتیں۔ اس لئے اراضی قریباً چند اشخاص کے ہاتھ میں ہیں۔ جو اپنے اثر و اقتدار سے نہایت غیر منصفانہ طریق پر کام لیتے ہیں۔ مگر کیسل سکالا میں یہ قانون رائج کیا گیا ہے کہ کوئی شخص اپنی جائداد کو صرف بڑے بیٹے کے نام نہیں چھوڑ سکتا۔ بلکہ اس پر لازم ہے کہ اُسے ساری اولاد نرینہ میں مساوی طور پر تقسیم کر دے اور تقسیم میں حصہ لینے والوں پر یہ فرض عاید ہے کہ وہ لڑکیوں کے گذارہ کا ذمہ اپنے اوپر لیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ زمین بتدریج مساوی طور پر تقسیم ہوتی جا رہی ہے اور ہر شخص ملک سے براہ راست تعلق رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ معدودے چند اشخاص کو اثر و اقتدار رکھنے کا موقع نہیں مل سکتا۔ کیسل سکالا میں صاحبان اراضی کو اُس وقت تک مزدوروں کو کام پر لگانے کے لئے مجبور کیا جاتا ہے جب تک کہ وہ لوگ خود کام کے خواہشمند ہوں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے۔ کہ آزادی حاصل ہونے اور جائداد کے حصول کا موقع ملنے سے مزدور لوگ اس بات پر مجبور نہیں ہوتے کہ اپنے تفکرات کو شراب کے غیر معمولی استعمال سے رفع کرنے کی کوشش کریں۔ نہ اُنہیں ملازمت کی تلاش میں ایک سے دوسرے مقام پر نقل و حرکت کرتے پھرنے سے بد اخلاقی پیدا ہوتی ہے۔ گویا اس سے اُن کی آوارہ گردی بالکل رک گئی ہے اور وہ اس

بات پر مجبور نہیں ہیں۔ کہ ملازمت کی تلاش میں پھرتے ہوئے اپنے معصوم بچوں اور نیک نہاد بیوی کو ایسی سراؤں میں شب باش کریں۔ جن میں جرائم اور گناہ کی خوفناک کثرت ہوتی ہے۔ وہ اپنے بچوں کی اچھے طریق پر تربیت کرسکتے ہیں۔ جس سے اُن میں بدامنی پیدا نہیں ہوتی۔ اور وہ سوسائٹی کے خلاف جو بصورت دیگر اُنہیں گداگر فتنہ پرداز اور لاپروا بناتی ہے۔ اپنے دل میں کینہ رکھنے پر مجبور نہیں۔ اب وہ پوری دلجمعی محسوس کرتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں۔ جس جمہوریت میں ہم آباد ہیں اُس سے کوئی شخص ہمیں ذرا سی بات پر دھکے دیکر نہیں نکال سکتا۔ اور اُنہیں یہ خوفناک احساس ہی نہیں ہوتا کہ اگر آج ہمیں گوشت روٹی نصیب ہوئی ہے۔ تو کل خشک روٹی بھی نصیب ہوئی یا نہیں۔ اور پرسوں کسی بھی قسم کا کھانا میسر آسکیگا۔ غرض یہ کہ کیسل سکالا میں اس وقت مزدور پیشہ لوگ محض امرا کے غلام یا اُن کے ہاتھوں میں اوزار نہیں۔ اُن کی محکومی غلامی کے درجہ سے نکل چکی ہے لیکن مجھے بعض اور معاملات کا ذکر کرنا ہے۔ اور اُن کا ذکر کرتے ہوئے میں پھر لارڈ شیپلی کی اسی تقریر کا حوالہ دیتا ہوں۔ جس کے پیش کردہ مشورے کیسل سکالا میں زیر عمل لائے گئے ہیں۔ کیسل سکالا کی مزدور پیشہ جماعتیں بالواسطہ ٹیکسوں کے بوجھ سے دبی ہوئی تھیں اور اس ذریعہ سے یہ لوگ امرا کی نسبت زیادہ روپیہ سرکاری خزانہ میں پہنچاتے تھے غربا کی ضرورت کی چند چیزیں جنہیں خواہ نعمتیں سمجھ لیا جائے خواہ ضروریات زندگی یعنی چائے شکر۔ تمباکو۔ بیر اور شراب یہ سب سے زیادہ سرکاری آمدنی کا ذریعہ تھیں۔ اگر امرا غریبوں کو اُن کی غلط عادات کے لئے بُرا بھلا کہتے۔ تو میں اُن سے دریافت کرتا۔ کہ صابون جیسی چیز پر اتنا بھاری ٹیکس کس لئے عائد کیا جاتا ہے۔ یہ کہنا سراسر غلط بیانی تھا کہ غریبوں کا براہ راست ٹیکسوں میں چونکہ کوئی حصہ نہیں۔ اس لئے اُن پر کوئی ٹیکس عائد ہی نہیں کیا جاتا۔ حقیقت میں غربا بالواسطہ ٹیکس کی صورت میں اُس سے بہت زیادہ روپیہ ادا کرتے تھے۔ جتنا امرا براہ راست اور بالواسطہ دونو صورتوں میں بشرطیکہ دونو کے مالی تناسب کو پیش نظر رکھا جائے۔ یہ حالت کیسل سکالا کے مزدوروں کی اُس وقت تک تھی۔ جبتک کہ قانونی مجالس میں انہیں رائے کا حق دیا گیا۔ اس کے بعد جلد جلد ضروریات زندگی کے سارے ٹیکس منسوخ کردئے گئے۔ اور اب صرف سامان عیش ہی پر سب سے زیادہ ٹیکس لگایا جاتا ہے۔ مثلاً گاڑیاں وردی پوش نوکر شکاری لوگ دوڑ میں حصہ لینے والے

گھوڑے، تازی کتے اور غیر ملکی شراب ان پر سابقہ ٹیکس کی مقدار قریباً گھٹا دی گئی ہے اتنا کہکر پرنس آف مونٹونی رک گیا۔ اور ارل آف الینگھم نے سر ہیٹ فیلڈ کیطرف ایک تیز اور پر معنی نظر سے دیکھا۔ کیونکہ دونو کو وہ وقت یاد تھا جب قریباً انیس سال پیشتر جب کہ آخر الذکر اولڈ ڈیتھ کے مکان میں صاحب فراش تھا۔ تو دونو بھائیوں میں مزدوروں کی حالت بہتر بنانے کے سوال پر گفتگو میں یہی باتیں زیر بحث لائی گئی تھیں۔

پرنس نے یہ دیکھ کر کہ حاضرین میری تقریر کی تکمیل کے خواہشمند ہیں۔ اور یہ بھی معلوم کر کے کہ مسٹر جان لیسانز خصوصیت سے اس مضمون میں دلچسپی لے رہا ہے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "عرصہ دراز تک کیپل سکالا میں ایک بھاری خرابی یہ تھی۔ کہ قانون میں مساوات اور یکسانیت نہیں پائی جاتی تھی۔ اور غریبوں کی حالت میں تو قوانین انصاف نہایت سخت غیر منصفانہ اور بے جا تھے۔ جن حالتوں میں ضمانت یا مچلکہ کی گنجائش ہو۔ امرا کو ساری سہولتیں حاصل تھیں۔ مگر غریب لوگ بھلا ایسی ضمانت کیونکر دے سکتے ہیں؟ اُن کے لئے اس کے سوا چارہ کار نہ ہوتا تھا کہ جیل خانہ میں جا کر بدترین بدمعاشوں کی صحبت میں رہیں۔ پھر اگر سماعت مقدمہ پر کسی شخص کو بے قصور سمجھ کر رہا کر دیا جائے تو وہ جیلخانہ سے نکل کر اپنی طویل حراست کا نتیجہ کیا دیکھتا تھا۔ گھر برباد ... بچے نان شبینہ کو محتاج ... تباہی اور افلاس ڈیرہ ڈالے ہوئے۔ ممکن ہوتا تھا ... اور نہ صرف ممکن بلکہ ایسا ہوتا بھی رہا ہے کہ کوئی شخص سماعت مقدمہ سے پیشتر چار پانچ ماہ تک جیلخانہ میں پڑا رہے اتنا عرصہ بُری صحبت میں رہ کر کسی کا نیک رہنا سراسر غیر ممکن ہوتا تھا۔ ان خرابیوں کو رفع کرنے کے لئے ضمانت کے معاملہ میں ملزموں کو بہت سی سہولتیں دی گئیں چنانچہ ضمانت کے لئے ہمیشہ ضامنوں کی نیک چلنی اور عزت داری کو ملحوظ رکھا جاتا تھا۔ اُن کے مالی حالات کو نہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اب وہاں کسی مزدور کی ضمانت اُس کے دو مزدور بھائی جن کے پاس اپنے مالک کی طرف سے نیک چلنی کی سند موجود ہو۔ دیکر اُسے رہا کرا سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ طریقہ صرف ہلکے جرائم میں برتا جاتا ہے۔ سنگین جرائم کے معاملہ میں مجبوری بھی زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن اگر بحالت مجبوری کسی ملزم کو سماعت مقدمہ سے پیشتر جیلخانہ میں بھیجنے کی ضرورت پیش آئے۔ تو اُسے سزا یاب قیدیوں کے جیلخانہ میں نہیں بھیجا جاتا۔ اور اس طرح پر اُسے اُس حالت میں کہ ابھی اس کے مقدمہ کی سماعت نہ ہوئی ہو سہولت اور قیدیوں

کے ساتھ مل کر رہنے کے بُرے اثرات سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے ایک جدا عمارت قائم کی گئی ہے۔ جسے دار الحراست کہہ سکتے ہیں۔ اسی طرح ججوں کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ جو شخص سماعت مقدمہ پر بے قصور ثابت ہو۔ اُسے تاوان دلائیں کسی ملزم کی حوالگی کے بعد جس قدر جلد وہ چاہے اُس کے مقدمہ کی سماعت کا انتظام کر دیا جاتا ہے۔ مدعا یہ ہے کہ جس قدر عرصہ میں وہ بآسانی اپنی صفائی کا انتظام کر سکے وہ اُس کے لئے منظور کیا جاتا ہے۔ جب اُس کی حوالگی عمل میں آ چکے تو پھر اُس سے یہ معلوم کیا جاتا ہے کہ تم اپنی طرف سے وکیل پیش کرنے کی استطاعت رکھتے ہو؟ اگر وہ ثابت کر دے کہ میں غریب آدمی ہوں اور وکیل کا انتظام نہیں کر سکتا۔ تو اُس کے لئے سرکاری طور پر ایک بیرسٹر مہیا کر دیا جاتا ہے۔ ممکن ہے سماعت مقدمہ اگلے روز ہی شروع ہو جائے۔ کیونکہ ساری گریٹ برٹن میں جا بجا مقامی عدالتیں قائم ہیں۔ جنہیں تعطیلات کا طریقہ رائج نہیں۔ اگر میں کمیل سکالا تیں واپس جا کر کسی شخص کو جو انگلستان کے قوانین اور مراسم سے واقف نہ ہو یہ بتاؤں کہ انگلستان میں کسی شخص کو سماعت مقدمہ کے وقت تک معمولی جیلخانہ کی حوالات میں رکھا جاتا ہے تو سیدھا ہر کوئی شخص میرے اس بیان کو واہیات سمجھے"

سر جان لیسٹر نے پوچھا "مجھ کو یہ تو فرمائیے۔ آپ کے اس ملک میں سزائیں کیا مقرر کی گئی ہیں؟"

پرنس نے جواب دیا "سب سے قابل ذکر امر تو یہ ہے کہ ہم نے سزائے موت کو وحشیانہ عیسائیت کے اصولوں کے خلاف اور مخرب اخلاق سمجھ کر موقوف کر دیا ہے۔ جو شخص قتل عمد کا مجرم ثابت ہو اُس کے لئے دائمی حراست کی سزا مقرر ہے۔ اور جن شخصوں کا کوئی رشتہ دار یا وارث نہ ہو۔ اُن کی جائداد بھی ضبط کر لی جاتی ہے۔ اور ان کے سارے سول حقوق موقوف سمجھے جاتے ہیں۔ جس شخص کو سزائے قید دی جائے۔ وہ محض اس سزا کی وجہ سے سوسائٹی کا برا رکن نہیں سمجھا جاتا۔ ہر ایک معیادی جیلخانہ میں ورک شاپس قائم ہیں جن میں کئی طرح کے کام سکھائے جاتے ہیں۔ یا قیدی کو وہ کام جو وہ جانتا ہو۔ کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ اگر اُسے کوئی بھی کام نہ آتا ہو۔ تو اُسے جیل خانہ میں کام سکھلانے کا انتظام کر دیا جاتا ہے۔ اگر شخص مذکور کنبہ دار ہو۔ تو اُس کی کمائی اُس کے متعلقین کے گزارہ کے لئے بھیجی جاتی ہے۔ اور اگر نہ ہو تو وہ سب کی سب اُس کے یوم رہائی تک جمع ہوتی رہتی ہے۔ اگر

وہ کام کرنے سے انکار کرے۔ تو اس کے لئے یہ سزا مقرر ہے کہ اسے خشک روٹی اور پانی
کے سوا کھانے کو اور کوئی چیز نہیں دی جاتی۔ جس سے وہ جلدی ہی عمدہ اور کافی کھانا حاصل
کرنے کی غرض سے ضرور کوئی نہ کوئی مفید صنعت سیکھ لیتا ہے۔ درحقیقت کیپل سکالا کے
جیل خانے عظیم کارخانوں سے مشابہ ہیں۔ اور اُن کا ضبط انتظام ایسا عمدہ اور آتنا اصلاح
بخش ہے کہ کسی قیدی کو رہائی پاکر کام کی تلاش میں دقت پیش نہیں آتی۔ مزدکان دار اور عام
کارخانہ دار لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ایسے شخص نے اپنے جرم کی سزا بھگت لی اور اس لئے کوئی
اسے ملازمت دینے سے انکار نہیں کرتا۔ اور وہ دنیاوی زندگی از سرِ نو شروع کر سکتا ہے
اُس کی حالت اُس شخص کی سی سمجھی جاتی ہے۔ جس نے عدالت دیوالہ سے گذر کر برّیت کی سند
حاصل کر لی ہو۔ اگر اُسے حصولِ ملازمت میں دقت پیش آئے۔ تو مقامی حکام کا یہ فرض ہو
کہ اوسط شرح اُجرت پر اُس کے لئے کام مہیا کریں۔ ان تمام انتظامات کے نتائج
حیرت خیز ثابت ہوئے ہیں۔ اولاً کیپل سکالا کے جیل خانے گناہ اور جرم کا مرکز ہونے
کی بجائے مقامات اصلاح کا درجہ رکھتے ہیں ثانیاً کوئی شخص جو حالات سے مجبور ہو کر ایک
بار جیل خانے میں جائے۔ اُسے پھر جرم کی زندگی اختیار کرنے پر مجبور نہیں کیا جاتا۔ کوئی شخص
دوبارہ خطا کرے تو سمجھا جاتا ہے کہ وہ فطرتاً شریر ہے۔ لیکن گریٹ ڈچی میں ایسے واقعات
شاذ و نادر ظہور میں آتے ہیں۔ کیونکہ بہت ہی کم آدمی ایسے ہیں۔ جو جرم کی خاطر جرائم
کی زندگی کو جاری رکھنا پسند کریں۔ مائی لارڈز ان باتوں سے آپ معلوم کر سکیں گے۔ کہ یہ
ساری اصلاحات آپ کی اس قابل ذکر تقریر ہی کے پیش کردہ مشوروں پر عمل میں لائے گئے
ہیں۔ جس کے دوران میں آپ نے کہا تھا کہ عام طور پر قوانین فوجداری کو ایسے طریق پر
عمل میں لایا جاتا ہے کہ بداخلاقی اور جرم کی ترقی ہوتی ہے۔ ضروری ہے کہ جو شخص اپنے
جرم کی سزا بھگت لے۔ اُسے۔۔ خواہ اس کا جرم کچھ ہی ہو سزا کا زمانہ ختم ہو جانے پر
بے جرم اور بے داغ سمجھا جائے۔ کیونکہ کسی شخص کو ایک جرم کے لئے جس کی وہ سزا بھی پا
چکا ہے۔ ہمیشہ کو داغدار سمجھ لینا اس قادرِ مطلق کے اصول کی خلاف ورزی کرنا اور یہ جتانا
ہے کہ دنیا میں کہ استغفار اور درگذر کا کچھ بھی وجود نہیں۔ موجودہ حالات میں جیل خانے
ذہنی تخریب اور بدنامی کا مخزن بنے ہوئے ہیں اور جو شخص ایک بار اُن میں رہ کر باہر
نکلتا ہے اُسے ہمیشہ کے لئے داغدار سمجھ لیا جاتا ہے۔ کئی حالتوں میں لوگ جیل خانہ

کی بُری صحبتوں میں رہ کر درحقیقت بگڑ جاتے ہیں۔ ایسے لوگ دیانتداری کی روزی کمانے کی لاکھ کوشش کریں۔ اُنہیں کامیابی حاصل نہیں ہوتی۔ کیونکہ ہر شخص اُنہیں خطاوار اور مجرم سمجھتا ہے۔ اور بحالت مجبوری وہ پھر جرم اور قانون شکنی کی زندگی اختیار کر لیتے ہیں۔ ملک کی بڑھی ہوئی بداخلاقی کا اصلی موجب یہی ہے۔ جس پر پادری صاحبان اس درجہ اظہار تاسف کیا کرتے ہیں۔ مگر جس کے صحیح اسباب کو تسلیم کرنے سے وہ برابر انکار کئے جاتے ہیں۔ فوجداری جیلخانے اخلاقی طور پر وبا کا گھر ہیں۔ جن میں خرابی کو رفع کرنے کا کوئی انتظام موجود نہیں۔ بلکہ مجرموں کی برائیاں متعدی امراض کی طرح ترقی کرتی ہیں۔ سوسائٹی کا یہ فرض ہونا چاہئے۔ کہ خطاوار شخص کو محض سزا ہی نہ دے بلکہ اُس کی اصلاح بھی عمل میں لائے۔"

اب مسٹر میٹ فیلڈ نے ارل آف ایلنگھم کی طرف تعریف کی نظر سے دیکھا اور کہا۔ آپ نے جس قدر عظیم اور شاندار اصلاحات کا مشورہ پیش کیا ہے۔ اُن سب کو عملی صورت دینے کا فخر سرزمین کیسل سکالا کو حاصل ہوا ہے۔ یہاں پر ہمارے ملک میں اصلاحات کا چرچا تو بہت ہے۔ لیکن عمل کچھ نہیں۔ اور جب کوئی چھوٹی سی رعایت منظور ہی کی جاتی ہے ... کیونکہ بہرحال وہ رعایت ہی ہوتی ہے۔ تو لوگ اُسے اپنی کامل آزادی کا پیش خیمہ سمجھ کر پھولے نہیں سماتے۔"

اتنے میں پرنس نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ارل کی تقریر میں ایک فقرہ خصوصیت سے ایسا تھا۔ جو گرینڈ ڈیوک۔ اور وزراء کی نظروں میں اُس وقت آیا جب وہ قانون اصلاحات کو پارلیمنٹ میں پیش کرنے کے سوال پر غور کر رہے تھے۔ وہ فقرہ حسب ذیل تھا۔ اگر کوئی مالدار شخص کسی غریب پر ظلم کرے تو کیا اُسی غریب کے لئے عدالت انصاف میں دادرسی ممکن ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ انصاف ایک ایسی گراں چیز ہے جسے صرف مالدار ہی حاصل کر سکتے ہیں۔ ایسی حالتوں میں کہ کسی غریب کو امیر آدمی کی طرف سے رنج وہ صدمہ پہنچا ہو۔ مثلاً اُس نے اُس کی بیوی یا بیٹی کو اغوا کر لیا ہو۔ تو غریب آدمی کے لئے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانا اس وقت تک غیر ممکن ہے۔ حتیٰ کہ کوئی وکیل اس امید پر کہ میرا معاوضہ سزائے جرمانہ سے ادا ہو سکیگا۔ مقدمہ کو ہاتھ میں لے۔ داد طلبی کی اور کوئی صورت نہیں اور یہ طریقہ اخلاق پر نہایت مضر اثر پیدا کرنے والا ہے

لیکن اگر کسی وکیل کی ایسی امداد شامل حال نہ ہو۔ تو غریب آدمی کے لیے دادرسی کا ان خاطر دست منسٹر ہال تک جانا ویسا ہی غیر ممکن ہے۔ جیسے لانگس ہوٹل میں کھانا کھانا۔ اب اس کے متعلق میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ کیسل سکالا میں ایک ایسی تجویز اختیار کی گئی ہے جس سے وہ سب مشکلات رفع ہوگئی ہیں جو ارل آف الینگھم نے اپنی اس تقریر میں پیش کی تھیں اگرچہ یہ بھی نہیں ہوا۔ کہ قانون اتنا ارزاں ہو جائے۔ کہ بات بات پر مقدمہ بازی شروع ہو چنانچہ ہر ایک مقامی عدالت کے متعلق ایسے افسر مقرر کیے گئے ہیں جنہیں عوام کا وکیل کہا جاتا ہے۔ اگر کسی شخص کو ہمسایہ کے خلاف کوئی شکایت ہو۔ تو وہ وکیل مذکور کے پاس جا کر سارے حالات بیان کرتا ہے۔ وہ معاملہ پر غور کرکے یہ دریافت کرتا ہے آیا اس کی شکایت واقعیت پر مبنی ہے۔ اگر ایسا ہو تو وہ اس غریب شخص کی طرف سے استغاثہ دائر کرتا ہے۔ ان افسروں کو سرکاری طور پر تنخواہ ملتی ہے۔ اور وہ کسی سے کسی قسم کی فیس نہیں لے سکتے۔ انہیں بڑی احتیاط کے ساتھ منتخب کیا جاتا ہے۔ اور جس طرح ججان عدالت عالیہ کے لیے رشوت لینا غیر ممکن ہے یہی حال ان افسروں کا ہے۔ کیسل سکالا میں اغوا اور عصمت ریزی محض ایسے جرائم نہیں۔ جن کا تصفیہ روپیہ سے ہو سکے۔ ان کے لیے سزائے قید مقرر ہے۔ اور اگر کوئی مالدار کسی غریب کی لڑکی کو اغوا کرے۔ تو اسے اور بھی سخت سزا دی جاتی ہے۔ اب میں تعلیم کا ذکر کرتا ہوں۔ اور مجھے تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ آپ نے اپنی تقریر میں اس سوال پر جو کچھ فرمایا تھا میں اسے عملی طور پر نہایت قابل قدر سمجھتا ہوں۔ آپ نے کہا تھا۔ غریبوں کی تعلیمی حالت نہایت افسوسناک ہے۔ جائے غور ہے۔ کہ ہزار ہا میل کے فاصلہ پر حبشیوں کی تعلیم کے لیے تو لاکھوں روپیہ کا صرفہ برداشت کیا جائے۔ اور طرح طرح کے انتظامات عمل میں لائے جائیں۔ مگر ہمارے اپنے ملک میں اب تک غیر معمولی جہالت موجود ہو۔ کلیسیا کی آمدنی کا بڑا حصہ پادریوں کی بیش قرار تنخواہ میں صرف ہوتا ہے۔ جس سے ان رہبران مذہب کی حرص و آز کا کچھ اندازہ ہو سکتا ہے۔ لیکن اس آمدنی کا ایک شلنگ بھی عوام کی مذہبی تعلیم پر صرف نہیں ہوتا۔ آپ نے بڑی دلیری کے ساتھ یہ کہا تھا۔ کہ اس میں قصور اعیان و عوام دونوں کا ہے۔ مگر خصوصیت سے اعیان کا کہ وہ غربا کی تعلیم کا بہتر انتظام نہیں کرتے جہاں کہیں مفت تعلیم کا انتظام ہے بھی وہاں ایسی تعلیم بالکل بیجا نب دارانہ طریق پر دی کا

جاتی ہے۔ کوئی جانے صرف ونحو تاریخ۔ ریاضی اور نجوم کا تعلق بھی مذہب سے ہو سکتا ہے
ہر حصہ ملک میں پادریوں کا غلبہ ہے اور وہی اس کی آمدنی ہڑپ لیتے ہیں۔ دارالاقامہ اور
مکاتب کے لئے اشاعت تعلیم کی غرض سے بڑی بڑی رقوم سرمایہ وقف کی جا چکی ہیں
مگر اس کے باوجود جہالت کا دور دورہ ہے۔ یہ کہنا ایک شرمناک دروغ بیانی ہے کہ غربا
میں ذہانت یا مادہ تعلیم کا شوق نہیں رکھتے۔ اُن میں دونوں باتیں موجود ہیں اور ان میں جو
لوگ کچھ پڑھ سکتے ہیں۔ وہ بڑے شوق سے کتابیں اخبارات اور ارزاں رسالے خرید
کر پڑھتے ہیں۔ بات یہ ہے۔ کہ مزدور پیشہ لوگوں کے ذہن اُس زرخیز زمین کی طرح
ہیں۔ جس میں بیج بویا جائے تو خوب پھلتا پھولتا ہے۔ لیکن طبقہ بالا کا تعصب یا تنگ ظرفی
اس تخم ریزی کا موقعہ ہی نہیں آنے دیتی۔ چونکہ زمین کے اندر کچھ نہ کچھ پیدا کرنے کا مادہ
قدرت نے ودیعت کر رکھا ہے۔ اس لئے عمدہ تخم ریزی نہ ہونے پر اس میں گھاس
پھوس ہی اُگ آتا ہے اور اُس کے لئے امرا غریبوں کی تحقیر و مذمت کرتے ہیں حالانکہ
حقیقت میں اس تحقیر مذمت اور ملامت کے مستوجب وہ ضدی اور شریر النفس
لوگ ہیں۔ جو زمین سے فائدہ اُٹھانے کی بجائے اُسے بنجر بنانا چاہتے ہیں۔ سلسلہ تقریر
جاری رکھتے ہوئے پرنس نے کہا۔ یہ سب باتیں کچھ عرصہ پیشتر کیسل سکالا پر صادق آتی
تھیں۔ لیکن وہاں جو اصلاحات عمل میں لائی گئی ہیں۔ اُن میں کلیسا اور نظام تعلیم
کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ ان دونوں کی تفریق کر کے انہیں ایک دوسرے سے آزاد اور
خودمختار بنا دیا گیا ہے۔ چنانچہ کلیسا کو صرف اختیاری اصول پر قائم رکھا گیا ہے اور تعلیم
کو سرکاری ہاتھوں میں دیکر ایک وزیر تعلیم مقرر کیا گیا ہے۔ تعلیم میں کسی قسم کی جانبداری
ملحوظ نہیں رکھی جاتی۔ اور خالص دنیوی تعلیم دی جاتی ہے۔ معلم میونسپل کمیٹیوں کیطرف
سے مقرر ہوتے ہیں۔ اور اُن کی تنخواہ گورنمنٹ کی طرف سے ادا ہوتی ہے چونکہ گرینڈ
ڈچی میں یہ قاعدہ مقرر ہے۔ کہ والدین اپنے بچوں کو جس قسم کی مذہبی تعلیم دینا چاہیں
دیں۔ اس لئے معلم وہی لوگ رکھے جاتے ہیں۔ جن کا مذہب سے کوئی تعلق نہ ہو تعلیم
کا دروازہ پراٹسٹنٹ رومن کیتھولک۔ عیسائیوں اور یہودیوں سب کے لئے برابر کھلا
ہے کسی کے مذہبی خیالات پر اثر نہیں ڈالا جاتا۔ کسی کو تبدیل مذہب پر نہیں اکسایا
جاتا۔ غرض ساری سکیم نہایت فیاضانہ اصول پر کام کرتی ہے۔ اور لوگ اس سے بہر

طرح خوش ہیں۔ رہا کلیسا۔ اُسے حکومت سے بالکل جدا کر دیا گیا ہے۔ اور لاٹ پادریوں کا
طریق بالکل ہی موقوف ہو چکا ہے۔ اب بھی کثیر التعداد لوگ کیتھولک ہیں۔ لیکن اُس کی
وہ سابقہ نمود و نمائش باقی نہیں رہی۔ اور اس پہلو سے اس مذہب کو ایک ایسا صدمہ پہنچا
ہے۔ جس سے وہ کبھی بحال نہ ہو سکے گا۔ نتیجہ یہ ہوا ہے کہ عیسائی مذہب پھر اپنی سابقہ
سادگی کی حالت میں جو اسے زیب دیتی تھی۔ پہنچ چکا ہے۔ حقیقت میں اس مذہب کے
قابل عزت بانی کا مدعا بھی یہی تھا۔ مائی لارڈز اور صاحبان بزم میں نے جو کچھ عرض کیا
اس سے آپ کو معلوم ہو چکا ہوگا۔ کہ کیس سکالا میں آجکل معاملات کی حالت کیا ہے اب
میرے لئے صرف ان اصلاحات کا خلاصہ۔ بیان کرنا باقی ہے۔ جو وہاں عمل میں لائی گئی
ہیں۔ اور جو حقیقت میں انہی خیالات پر مبنی ہیں۔ جو ۱۹ سال پیشتر میرے قابل عزت
دوست ارل آف الینگلیم نے دار الامراء میں ظاہر کئے تھے۔ مختصر طور پر وہ اصلاحات یہ
ہیں کہ کیس سکالا کا تخت تو بدستور قائم ہے۔ مگر وہ جمہوریت کے اصول سے گھرا ہوا ہے
اصول وراثت اور اس سلسلہ میں سب سے بڑے بیٹے کو وارث قرار دینے کا طریق
اب وہاں بالکل موقوف ہو چکا ہے۔ اور میں بوثوق کہہ سکتا ہوں۔ کہ ان اصول کی پھر کبھی
تجدید نہ ہوگی۔ پھر ہم نے مزدوروں کی شرح اُجرت مقرر کر دی ہے۔ جس سے اُجرتوں
کا وہ اگلا سا اُتار چڑھاؤ باقی نہیں رہا۔ اور کارخانہ داروں کو اس پر مجبور کر دیا گیا ہے
کہ وہ اپنے آدمیوں کو دائمی ملازمت دیں۔ ضروریات زندگی کے بالواسطہ محصولات موقوف
کئے جا چکے ہیں۔ اور قوانین کی ترتیب اور عمل میں یہ بات ملحوظ رکھی گئی ہے کہ غریب و
امیر کسی کو وجہ شکایت پیدا نہ ہو۔ قومی تعلیم کا طریق رائج کیا گیا ہے۔ اور اس کا انتظام
ایسے شخصوں کے سپرد ہوا ہے۔ جن کا خاص مذہبی عقائد سے کوئی تعلق نہیں۔ جیل خانوں
کے ضبط انتظام میں اصلاح کر دی گئی ہے۔ اور اس قسم کے کارخانے قائم کئے گئے ہیں
جن کا فرض ہے۔ کہ جو قیدی حراست سے رہا ہو۔ وہ اسے روزی کمانے اپنی حالت
بہتر بنانے اور پھر باعزت بننے کے کام میں مدد دینے کے لئے کام مہیا کریں۔ ان سب
باتوں سے بڑھ کر یہ ہوا ہے کہ حق انتخاب ہر ایسے شخص کو دیا گیا ہے۔ جو گاڑھے پسینہ
کی روزی کماتا ہے اور آئندہ ان لوگوں میں سے کسی کو یہ شکایت نہیں ہوگی کہ ہمارا ملکی بہتری
کے کاموں اور ملکی حصول میں کوئی حصہ نہیں"۔

یہاں پر پرنس کی تقریر ختم ہوگئی۔ اور حاضرین میں سے ہر شخص نے ان خیالات پر تہ دل سے اظہار پسندیدگی کیا۔ سامعین کو یہ معلوم کرکے بھی کچھ کم خوشی نہیں ہوئی۔ کہ یہ اصلاحات صرف فرضیات میں ہی دلپسند نہیں ہیں۔ بلکہ ان میں سے ہر ایک قابل عمل بھی ہے۔ پرنس کی تقریر سے یہ سوال فیصلہ کن طریق پر حل ہوگیا۔ کہ اقوام یورپ میں سے ہر ایک اپنی مذہب ہے کہ وہ آئین جمہوریت سے فائدہ اٹھا سکتی ہے۔ اس تقریر کے اثر کا کچھ اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے کہ اگرچہ سرجان لیسلز سیاسی معاملات میں نہایت قدامت پسند تھا۔ مگر وہ بھی پرنس کے دلائل کا قائل ہوگیا۔

اس کے بعد سارے مرد وہاں سے اٹھ کر پاس کے کمرہ میں خواتین سے جا ملے اور گفتگو کم اہمیت کے معاملات پر شروع ہوگئی۔ آخرکار جب بہت رات گذرنے پر یہ مجلس برخاست ہوئی۔ تو قصر ایلنگہم کے ساکنین میں سے ہر شخص پرنس کی خوبیوں کا اس درجہ قائل ہوچکا تھا۔ کہ ان میں سے ہر ایک اس کی خصلت۔ قابلیت اور انکسار کی بے اختیار تعریف کر رہا تھا۔

باب ۱۳۴ عشق اور اسکی خرابیاں

پرنس آف مونٹونی نے قصر ایلنگہم میں ریاست کیسل سکالا کی اصلاحات کے متعلق جو تقریر کی۔ اس کی نسبت ہم نے عمداً کوئی نکتہ چینی یا حاشیہ آرائی مناسب نہیں سمجھی تھی۔ اور اسی وجہ سے ہم نے اس بات کا بھی ذکر نہیں کیا۔ کہ چارلس ہیٹ فیلڈ نے اس تقریر کو کس انداز سے سنا یا یوں کہنا چاہئے۔ کہ کن جذبات کے زیر اثر وہ اس میں منہمک رہا۔

اگر ہم صرف یہ کہیں کہ اس نے اس تقریر کو گہری دلچسپی کے ساتھ سنا تو اس سے اس کے جذبات کا بہت کم صحیح اندازہ ہوسکیگا۔ اس کا انہماک اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا۔ کہ جتنا عرصہ پرنس اول کے جلسہ دعوت میں تقریر کرتا رہا۔ چارلس کے دل سے پرڈیٹا کی تصویر بھی محو ہوگئی۔

آخر جب وہ رات کے قریباً ایک بجے اپنی خوابگاہ میں پہنچا۔ تو فوراً ہی سوچنے

کی بجائے ایک آرام چوکی پر بیٹھ گیا اور ان مختلف پریشان کن خیالات پر غور کرنے لگا۔
جو اس کے سینے میں بے چینی پیدا کر رہے تھے۔

دل سے کہنے لگا۔" کتنا زبردست انکسار ہے۔ کہ پرنس نے ایک بار بھی یہ نہیں کہا۔
کہ ان سیاسی اصلاحات کا آغاز میری اپنی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ شہرت اور
اثر یہ کتنی نایاب چیزیں ہیں! اور اگر کسی قابل شخص کو حاصل ہوں۔ تو وہ عوام کو کتنے عظیم
فوائد پہنچا سکتا ہے۔ اے کاش کوئی ذریعہ ہوتا۔ کہ میں بھی دنیا میں شہرت حاصل کر
سکتا۔ اس کے لئے مجھے اپنی زندگی کے عرصہ بیس سال سے بھی دست بردار ہونا پڑتا
تو مضائقہ نہ تھا۔ پرنس آف مونٹونی کے برابر عزت اور شہرت حاصل کرنے کے لئے میں شوق
سے اپنی زندگی کے ایک چوتھائی حصہ سے دست بردار ہو جاتا۔ پر افسوس اس کا حصول اتنا
سہل نہیں!... مگر ہاں اگر شہرت نہیں۔ تو کیا مرتبہ بھی حاصل نہیں کی جا سکتی؟ ظاہر
میں دونو توام چیزیں ہیں۔ لیکن میری حالت میں مرتبت کا حصول صرف ذرا سی کوشش
کا نتیجہ ہوگا۔ کیونکہ میرے ہاتھ ہلانے کی دیر ہے اور پھر وائیکونٹ کا نشان امارت میری
پیشانی پر ہوگا۔ میں اگر کسی سلطنت کا ولیعہد نہیں بن سکتا۔ تو کیا ہوا۔ ارل آف ایلنگہم
کا جانشین تو بن سکتا ہوں۔ اور اس ذریعہ سے جب میں ایک بار ملک کی اعلےٰ قانون
ساز جماعت میں پہنچ گیا۔ تو پھر کیا میرے لئے عوام کی حمایت کرکے شہرت پانا مشکل ہوگا؟
اس سے یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ میرا اپنے جائز حقوق سے محروم رہنا نہ صرف میرے ذاتی فوائد
کے خلاف ہے۔ بلکہ اس سے خلقت کو بھی نقصان پہنچ رہا ہے۔ مانا کہ میرے والد نے
ایک عام آدمی کی زندگی بسر کرنا پسند کیا۔ اور ارل کا شاندار خطاب اور وسیع جائداد اپنے
چھوٹے بھائی کو دیدی۔ مگر کیا اس سے مجھ پر بھی یہ لازم آتا ہے کہ میں اس کی تقلید کروں؟
نہیں نہیں... اور اس کے علاوہ میں دیکھتا ہوں۔ میرے والد کا سلوک میرے ساتھ
ویسا نہیں۔ جیسا ہونا چاہئے۔ ورنہ کیا باعث ہے کہ وہ مجھے پس پردہ رکھنا چاہتا ہے؟
معلوم ہوتا ہے وہ اپنی ابتدائی زندگی کے حالات کو پیش نظر رکھ کر ان تمام واقعات سے دور
رہنے کا خواہشمند ہے۔ جو لوگوں کی توجہ کو اس کی طرف منعطف کریں... الٰہی یہ خیال
کتنا خوفناک ہے مگر اس کی صداقت میں کلام نہیں کہ وہ محسوس کرتا ہے۔ ایک رہزن کا
لارڈ کے خطاب کے لئے دعویٰ پیش کرنا نہایت نامناسب اور بیجا ہوگا۔ مگر کیا۔ یہ بعید

از انصاف نہیں۔ کہ باپ کی خطاؤں کا بوجھ بیٹے پر نازل ہو! وہ خطا وار ہے۔ مگر کم از کم میں
تو بے قصور ہوں۔۔۔ میری زندگی تو بے عیب ہے۔۔۔ میرے چلن پر تو کسی طرح کا حرف
نہیں آیا۔ پھر مجھے کیا مصیبت پڑی ہے کہ اس کے جرائم کا خمیازہ اٹھاؤں! بیشک
یہ سراسر خلاف انصاف ہے۔ باپ کی فرمانبرداری بلاشبہ ایک مقدس فرض ہے۔
لیکن اس کا یہی یہ تقاضا نہیں کہ میں اس عزت اور منزلت سے محروم رہوں۔ جو میرا پیدائشی
حق ہے۔ میرے اندر خواہش ہے۔۔۔ قابلیت ہے۔۔۔ جذبات ہیں۔ بڑی بڑی آرزوئیں
ہیں۔ پھر کیا یہ مناسب ہے کہ میں اس باپ کی خاطر اپنے مستقبل کو قربان کر دوں جس
کا سلوک میرے ساتھ وہ نہیں جو ہونا چاہئیے! سوال یہ ہے کہ باپ کو بھی اپنی اولاد کے
لئے کچھ قربانی کرنی چاہئیے۔ یا اولاد ہی پر والدین کی ساری خطاؤں کا خمیازہ اٹھانا
فرض ہے! اگر وہ اپنے حقوق پیش کر کے ارل کے خطاب کا دعویدار بنے اور اس طرح
پر مجھے آگے چل کر اس خطاب کا حقدار ہونے کا موقعہ دے۔ تو اس کے لئے اسے یہ ضرور
کہنا پڑے گا۔ کہ میں وہی رہزن ہوں جو۔۔۔ اُف میری زبان اس لفظ کو ادا نہیں
کر سکتی۔۔۔ جو پھانسی پانے کے بعد زندہ ہو اتھا۔ مگر دوسری طرف میرا اس راز کو پوشیدہ
رکھنا میری اپنی بہترین خواہشات کے منافی ہے۔ اگر میں نے اس موقعہ سے فائدہ نہ اٹھایا
تو اس کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ ایک اعلیٰ منزلت میری رسائی میں تھی لیکن میں نے اُسے
حاصل نہ کیا۔۔۔ میں بڑی بڑی آرزوؤں کو عملی صورت دے سکتا تھا۔ لیکن میں نے خود
اُنہیں اپنے ہاتھ سے کچل دیا۔۔ میرے سامنے امیدوں کا شاندار مستقبل موجود تھا۔
لیکن میں نے ازراہ حماقت خود اپنی آنکھیں بند کر لیں!"

یہ کہتا ہوا وہ جوان اپنی جگہ سے اُٹھا۔ اور بڑے اضطراب کی حالت میں کمرہ کے
اندر اِدھر اُدھر ٹہلنے لگا۔ پھر جلدی ہی اپنی جگہ پر دوبارہ بیٹھ کر وہ دل سے مخاطب
ہو کر کہنے لگا "میں نے کتابوں میں پڑھا ہے۔ کہ اس دنیا میں جو شخص دوسروں کے
جذبات کی حد سے زیادہ پروا کرے۔ جو ہر قدم اُٹھاتے وقت یہ سوچے۔ کہ اس سے
کسی کو ضرر تو نہ پہنچیگا۔ وہ ہرگز بام ترقی کو نہیں پہنچ سکتا۔ جو شخص شہرت اور منزلت
حاصل کرنا چاہتا ہے۔۔ جس کے دل میں منتہائے عروج تک پہنچنے کی آرزو ہے
اُس کا فرض ہے۔ کہ دل کو سخت کرے۔ جس طرح نپولین نے فرانس کی بادشاہی

کے لئے حسین و وفادار جوزیفائین کے ساتھ سنگدلی کا سلوک کیا تھا.. ہاں اسے رفعت آرزو تیرے حصول کی خاطر اعزا و اقارب رشتہ دار و دوست آشنا۔ ان سب کو بھی قربان کرنا پڑے۔ تو اس کی پرواہ نہ ہونی چاہئے.. مگر نہیں.. نہیں یہ دوسری انتہا ہے۔ کیونکہ میرے سامنے رچرڈ مارکہم کی مثال موجود ہے۔ جس نے موجودہ عروج صرف نیکی اور نیک کرداری کی بدولت حاصل کیا۔ اس نے سنگدلی سے کام نہیں لیا... اس نے کسی کے حقوق غصب نہیں کئے۔ اور اس کے باوجود آج وہ یورپ کے سب سے نامور شہزادوں میں شمار ہوتا ہے... ہاں مگر وہ موقعے کہاں ہیں جو اسے حاصل تھے! کہتے ہیں۔ ہزار میں ایک شخص کو قسمت کی دیوی ہاتھ سے پکڑ کر منزل مقصود پر لے جاتی ہے۔ رچرڈ مارکہم وہ ایک شخص ہے... اگر میں سادہ اور نامعلوم مسٹر چارلس ہیٹ فیلڈ رہوں۔ تو اس بحر عظیم میں جسے عوام کے لفظ سے یاد کیا جاتا ہے۔ میری ہستی ایک قطرہ سے زیادہ نہیں۔ لیکن اگر میں یکایک دنیا کے روبرو انگلستان کی حیثیت میں نمودار ہو جاؤں۔ اور لوگ جانیں کہ یہ ایک مالدار اور ذی شان ارل کا وارث ہے۔ تو پھر میرے لئے ترقی کی راہ نکالنا ذرا بھی مشکل نہیں۔ اوہ! پرڈیٹا سے مل کر یہ کہنا کتنا دل خوش کن ہوگا۔ کہ اے جان جہان میں وہ گمنام جوان نہیں جو تم مجھے سمجھتی ہو۔ بلکہ میں وائکونٹ ارسٹن۔ ارل آف الینگہم کا وارث اعلیٰ ہوں۔ پرڈیٹا اُس وقت یقیناً تو میری محبت کو موجب فخر سمجھیگی۔ اور میں تیرے اظہار عشق پر ادائے شکریہ کے لئے مجبور نہ ہوں گا.. حسین اور قابل احترام پرڈیٹا تیری تصویر بھی اُس خواب آرزو کے ساتھ وابستہ ہے۔ جس کی روشن چمک میرے دماغ کو منور کر رہی ہے۔ جس وقت میں دارالامرا میں شہرت حاصل کر دوں گا۔ تو پھر واپسی پر تو کس فخر و سرور سے مجھے ملیگی... وہ وقت کتنا دل خوش کن ہوگا۔ جب تیری نگاہوں کو دیکھ کر میں معلوم کر دوں گا۔ کہ تو میری محبت کو موجب فخر سمجھتی ہے... تو اس شخص کی جاہتی ہے۔ جو دنیا میں ہر چہار طرف اپنی شہرت کا نور پھیلا رہا ہے۔ یہ سب باتیں بیشک قابل رشک ہونگی۔ پس مجھ پر لازم آیا کہ اپنے حقوق کو حاصل کر کے اپنے جائز رتبہ کی طرف قدم بڑھاؤں... مگر دوسرا سوال یہ ہے۔ کس طرح؟۔ اوہ! بہتر ہوگا کہ تمام حالات سے پرڈیٹا کو خبردار کیا جائے۔ وہ ایک سمجھدار دور اندیش اور ذہین عورت ہے۔ اور ضرور اس کام

میں مجھے مدد دے گی۔ اس کے علاوہ اُن خوشنمالیوں سے مشورہ حاصل کرنا بجائے خود کتنا دلفریب ہوگا۔ یہ جاننا کس درجہ موجب تسکین ہوگا۔ کہ وہ میرے معاملات سے دلچسپی لیتی ہے۔"

وہ پھر اپنی جگہ سے اُٹھا۔ کیونکہ اُس کے ذہن میں ایک فوری خیال پیدا ہوگیا تھا۔ جس نے اُس کے دل میں اس قسم کا درد پیدا کیا۔ گویا ایک خاردار تیر اُس کے سینہ میں لگا ہو

"میری ماں ۔ ۔ ۔ میری قابل رحم ماں!" وہ اپنے آپ سے مخاطب ہوکر کہنے لگا۔ "اس کے لئے بیشک یہ ایک بھاری صدمہ ہوگا۔ کہ میں اپنے والد ۔ ۔ ۔ اُس کے شوہر کو ازل کے حقوق حاصل کرنے پر مجبور کردوں۔ مگر کیا یہ غلط ہے کہ وہ خود سالہاسال تک مجھ سے تغافل کرتی رہی۔ کیا اُس نے میری پروا کی تھی۔ کہ میں اُس کی کروں! کیا اُس نے مجھے طفلی میں ایک غیر عورت کے سپرد کرکے اپنی بے دردی کا ثبوت نہیں دیا؟ بجائے اس کے کہ وہ خود میری پرورش کرتی۔ اُس نے مجھے واٹسن نامی ایک عورت کے سپرد کردیا اور اگر میں کافی نگرانی نہ ہونے کے باعث آج بازاروں میں ایک آوارہ گرد لڑکا بن کر پھرتا اگر میں ایک شریف آدمی کی بجائے چور اُچکا یا گرہ کٹ ثابت ہوتا۔ تو اس میں قصور سراسر میری ماں کا تھا!"

اس طرح پر اُس ناعاقبت اندیش جوان نے جھوٹی دلیلیں پیش کرنے کا فن پڑ دنیا سے حاصل کرکے ان کی بدولت اپنے دل کو تسکین دی ۔ ۔ ۔ اس طرح پر اُس نے اُن تمام فیاضانہ جذبات کو جو اُس کے سینہ میں موجود تھے اور جو اُس کے بُرے خیالات کے ساتھ سختی سے جدوجہد کررہے تھے۔ دبانے کی کوشش کی۔

اور یہ مضر اثرات کس چیز نے پیدا کئے۔ عشق اور عروج کی خواہش نے ۔ ۔ ۔ وہی دو باتیں جو بدترین انسان کو نیکوں کا سرتاج بناتی ہیں!

مگر وہ محبت جو اُس کے دل میں موجود تھی۔ کیا وہ کسی نیک نہاد پاکباز دوشیزہ کی محبت سے بعید ترین نسبت بھی رکھتی ہے؟ وہ محبت نہیں جنون تھا۔ ایک آوارہ مزاج اور بدطینت عورت کا پیدا کیا ہوا۔ جسے خوبصورتی تو حاصل تھی، مگر سیرت کے اعتبار سے وہ ایک ہستی شیطانی کا درجہ رکھتی تھی۔

اور وہ خواہش عروج۔ کیا وہ تعاقب کے اُس قابل تعریف جذبہ سے مشابہ تھی جو فطرتاً

ہر ایک فیاض دل میں پیدا ہونا چاہئے۔ اور جو اپنے اثر سے انسان میں اعلیٰ ترین منازل تک پہنچنے کی خواہش پیدا کرے اس لئے نیک و پاک بننے پر آمادہ کرتا ہے تو توفیق حاصل ہو۔ تو دنیا میں کچھ نیکی ضرور کرنی چاہئے نہیں یہ ایک سراسر خود غرضانہ جذبہ تھا۔ اختیارات اور مراتب کے حصول کے لئے اور وہ بھی محض اسی غرض سے کہ لوگ تابعدار رہیں۔ چاپلوس مصاحب ہر وقت گھیرے رہیں اور وہ عزت ہو جو عموماً برائے نام اعلیٰ خطاب یافتہ اور مغرور امرا کو حاصل ہوتی ہے۔

دونو حالتوں میں جو تفاوت ہے اس کا اندازہ ناظرین خود کر سکتے ہیں۔

کم و بیش دو گھنٹے ان عجیب و غریب خیالات میں محو رہنے کے بعد جو چارلس ہسپٹ فیلڈ کی اپنی اور اس کے والدین کی راحت کے سراسر منافی تھے۔ وہ سونے کے لئے چارپائی پر لیٹ گیا۔ مگر نیند میں بھی عجیب و غریب نظارے اور طرح طرح کے تصورات اس کے دماغ میں ایسے جو طرح طرح پر پیش ہو کر مزید پریشانی کا موجب ثابت ہوتے رہے کبھی تو اسے پرڈیٹا کی دلفریب صورت نیم عریانی کی حالت میں صوفہ پر لیٹی ہوئی نظر آتی۔ اور وہ اسے قریب آتا دیکھ کر شوق سے بازو پھیلا دیتی۔ کبھی وہ پرنس آف مونٹونی کو گھوڑے پر سوار اپنے اہلکاروں سے گھرا ہوا۔ ہزارہا خلقت کے ہجوم سے گذرتے دیکھتا۔ لوگ اسے اپنا رہبر اور قومی بہادر سمجھ کر نعرہ ہائے تحسین بلند کرتے تھے پھر یہ نظارہ بھی محو ہو جاتا۔ اور اسے اپنے والدین اپنے قدموں میں دو زانو بیٹھے زار زار روتے نظر آتے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ اس سے کوئی درخواست کر رہے ہیں جسے یہ منظور نہیں کرتا۔ اس کے بعد اس نے یہ معلوم کیا کہ میں ایک دلفریب باغ میں پھر رہا ہوں۔ جہاں خوشنما درختوں پر چڑیاں چہچہاتی ہیں۔ رنگارنگ کے پھول کھلے ہوئے ہیں۔ عطر بیز ہوا مشام جان کو تازہ کر رہی ہے اور میں اپنی پرڈیٹا کو ساتھ لئے باغ کی روشوں پر پھر رہا ہوں۔ پرڈیٹا نے اس قسم کا ڈھیلا اور مختصر لباس پہنا ہوا ہے جو علم الاصنام کی فرضی دیویوں سے مخصوص ہے۔ پرڈیٹا کے بائیں شانہ پر لباس میں ایک چمکدار پن لگا ہوا ہے۔ لباس اس انداز سے آراستہ ہے کہ دائیں چھاتی بالکل ننگی ہے اور کمر کے قریب وہ ایک پٹی سے بندھا ہوا ہے۔ دونو آہستہ آہستہ چلتے ہوئے ایک [illegible] کے قریب پہنچے۔ جہاں پرڈیٹا پر ایک ملکہ کی طرح جلال طاری ہو گیا۔ وہ

اسے بازو سے پکڑ کر اُس مندر کے اندر لے گئی۔ اور اُس کے معبد میں دوزانو ہونے پر مجبور کر کے اس کے سر پر پھولوں کا تاج پہنا دیا۔ اس کے ساتھ ہی نامعلوم اطراف سے نغمہ ہائے دلفریب کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

اس آخری خواب کے زیر اثر چارلس ہیٹ فیلڈ یکایک بیدار ہو گیا۔ بیداری میں بھی پرڈیٹا کی تصویر ہی اُس کے ذہن پر حاوی تھی۔

اُس نے چارپائی سے اُٹھ کر ہاتھ منہ دھویا۔ اور دوبارہ اپنی تجاویز پر غور کرنے لگا اُس نے اُن تمام فرضی دلائل کو جن سے وہ پیشتر اپنی تسکین کر چکا تھا۔ دہرایا۔ اور اپنے دل کو نہ صرف اپنے والدین بلکہ لیڈی فرانسس ایلنگھم کی طرف سے بھی سخت کر کے اس بات کا مصمم ارادہ کر لیا۔ کہ وہ خواہشات کے حصول کی خاطر سب کچھ قربان کر دینے میں بھی تامل نہ ہونا چاہیئے۔

اور وہ دو خواہشات کیا تھیں؟ ایک پرڈیٹا۔ دوسرا عروج۔

ان خیالات کو دل میں لئے کر وہ اُس کمرہ میں پہنچا۔ جہاں صبح کا ناشتہ رکھا ہوا تھا۔ اور ارل ہڈ کونٹس آف ایلنگھم۔ لیڈی فرانسس۔ مسٹر ہیٹ فیلڈ اور لیڈی جارجیانا پہلے سے موجود تھے۔ جس قدر ممکن تھا۔ چارلس نے اپنی صورت کو بشاش بنانے کی کوشش کی۔ کیونکہ وہ چاہتا تھا۔ پرڈیٹا سے مشورہ ہونے تک خاندانی اسرار کے متعلق اپنی واقفیت اور اپنے منصوبوں کو پوشیدہ ہی رکھنا چاہیئے۔ مگر باوجود بڑی کوشش کے وہ لیڈی فرانسس سے گفتگو کرتے وقت اُس پریشانی اور وحشت کو جو اُس پر طاری تھی۔ رفع نہ کر سکا۔ وہ معصوم حسینہ اُس کی خموشی دیکھ کر اور اس کی باتیں سُنکر حیرت اور غم کی نظر سے دیکھتی رہی۔

حقیقت یہ ہے کہ چارلس کو خود اپنے دل میں اس بات پر سخت ندامت تھی۔ کہ اس نے اپنی عمزاد بہن کے ساتھ بدسلوکی کی۔ یہی وجہ تھی۔ کہ وہ اُس کی طرف نظر بھر کر دیکھنے کی بھی جرات نہ کر سکتا تھا۔

اُس کے والدین خود لیڈی فرانسس اور اُس کے والدین نے بھی چارلس ہیٹ فیلڈ کے بدلے ہوئے اطوار کو محسوس کیا۔ اور لیڈی جارجیانا اپنے بیٹے کی طرف سے ارل کی دختر کے ساتھ اس سرد مہری کا سلوک دیکھ کر انتہی متعجب اور رنجیدہ ہوئی۔

وہ فوراً ہی اس بارہ میں سوالات پوچھنا چاہتی تھی۔ لیکن اس کے شوہر نے اشارہ سے اس کو روک لیا۔ اور آہستگی کہنے لگا۔ میں خود عنقریب معلوم کرنے کی کوشش کروں گا۔ کہ چارلس اس لڑکی کے متعلق جس کے ساتھ اس کی شادی ایک طے شدہ امر سمجھی جاتی تھی۔ کیوں اس قدر سرد مہری کا اظہار کر رہا ہے؟

چنانچہ جب کھانا ختم ہوا تو مسٹر ہیٹ فیلڈ نے بیٹے کو اپنے پیچھے پیچھے لائبریری میں آنے کا اشارہ کیا۔ چارلس کے دل میں خطرہ کا احساس پیدا ہوگیا۔ جو اس کے اپنے ضمیر کا پیدا کردہ تھا۔ سوچنے لگا۔ شاید والد نے میری ساری تجاویز معلوم کر لی ہیں۔ اور اب وہ ان کی وجہ سے مجھ پر اظہار ناراضگی کرنے کو ہے۔

لائبریری میں داخل ہو کر مسٹر ہیٹ فیلڈ نے اسے اشارہ سے ہی اپنے قریب کرسی پر بیٹھنے کو کہا۔ پھر اپنی تیز نگاہ اس کے چہرہ پر جما کر وہ پوچھنے لگا۔ چارلس کیا تمہارے اور لیڈی فرانسس کے درمیان کسی طرح کی شکر رنجی پیدا ہوگئی ہے؟

"نہیں کم از کم مجھے اس کا علم نہیں ہے" چارلس نے جواب دیا اور اب یہ دیکھ کر کہ معاملہ نے خلاف امید ایک اور ہی رخ اختیار کر لیا ہے۔ اس کے دل کا بوجھ بڑی حد تک ہلکا ہوگیا ہے۔ پھر اس نے اپنے والد سے کہا "مگر آپ کو یہ خیال کیوں پیدا ہوا؟"

مسٹر ہیٹ فیلڈ نے جواب دیا۔ "اس لئے کہ دسترخوان پر تمہارا سلوک لیڈی فرانسس کے ساتھ بڑی سرد مہری تکلف اور پریشانی کا تھا۔ خود اس نے یہ بات محسوس کی۔ اور میں نے دیکھا۔ اس سے لارڈ اور لیڈی ایلنگھم کو بھی رنج ہوا۔ رہی تمہاری والدہ اسے جو رنج پہنچا۔ وہ ناقابل بیان ہے۔ اور میں تو تمہاری اس بداخلاقی کو دیکھ کر خاموش رہنا بھی گوارا نہیں کر سکا۔"

"والد مجھے افسوس ہے آپ کو رنج پہنچا لیکن... لیکن میں سچ کہتا ہوں مجھے اس کا مطلق علم نہ تھا۔ کہ لیڈی فرانسس کے ساتھ میری طرف سے ذرا بھی غیر معمولی سرد مہری کا اظہار ہوا ہے"۔ چارلس نے رکتے رکتے کہا اس لئے کہ ابھی تک وہ مکر اور ریا کے معاملات میں بالکل نو آموز تھا۔

"میرے بیٹے... میرے عزیز بیٹے تم مجھے دھوکا دینے کی کوشش نہ کرو" مسٹر ہیٹ فیلڈ نے زوردار لہجہ میں کہا۔ "لیڈی فرانسس ایک نہایت صاف باطن

اور پاکباز لڑکی ہے۔ وہ کبھی کسی بات کو چھپا کر نہیں رکھتی۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنی ماں کونٹس آف ایلنگہم کو اس تمام گفتگو سے جو کل صبح تمہارے اور اس کے درمیان ہوئی مطلع کر دیا تھا۔ تم نے اس سے میری ہدایت کے مطابق شادی کی درخواست کی اور مجھے معلوم ہو چکا ہے۔ کہ اس کے والدین اس شادی پر بخوشی رضا مند ہیں فی الحقیقت ارل کا ارادہ کل سہ پہر کو تم سے یہ ذکر چھیڑنے کا تھا۔ لیکن معلوم ہوا۔ کہ لیڈی فرانسس سے ملاقات کے بعد تم جلدی ہی باہر چلے گئے۔ اور دیر تک واپس نہیں آئے۔ یہ معلوم کرنا کہ تمہارا وقت کہاں بسر ہوتا ہے۔ میں اس لئے مناسب نہیں سمجھتا۔ کہ تم اب خدا کے فضل سے بالغ اور سمجھدار ہو۔ لیکن میں اتنی درخواست کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ تمہیں جلد تر ارل سے مل کر اس کی دختر سے شادی کی درخواست کرنی چاہئے۔ تم جانتے ہو۔ یہ فرض رسمی طور پر ادا ہونا ضروری ہے۔ ورنہ ارل کی فطرت کو جانتے ہوئے میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ اس طرف سے ہرگز انکار نہ ہوگا۔"

"پیارے والد"۔ چارلس نے جس کی قدرتی صاف بیانی اسے پھر عود کر آئی تھی کہا اگر آپ سچ پوچھتے ہیں۔ تو میں نے لیڈی فرانسس سے شادی کی یہ پہلی درخواست کرنے میں بھی بڑی جلد بازی کی۔ میری دلی خواہش ہے کہ کوئی ذریعہ ایسا ہو کہ میں اس درخواست کو واپس لے سکوں۔"

مسٹر ہیٹ فیلڈ ایک لحظہ تک غرہا حیرت سے خاموش چارلس کی طرف دیکھتا رہا پھر سخت غضبناک ہو کر کہنے لگا۔ "کیا میں یہ سمجھوں کہ تم ایک نیک دل نیک سیرت لڑکی کی محبت کو ایسی حقیر چیز خیال کرتے ہو۔ جس سے اس طرح کی بدسلوکی کی جا سکتی ہے؟ ... کیا تم ایک ایسی شادی سے انکار کرتے ہو۔ جو نہ صرف ہر پہلو سے قابل قدر ہے بلکہ جسے تمہاری والدہ اپنی سب سے بڑی آرزو سمجھتی ہے۔"

"جی ہاں میں اس شادی کی عزت سے بڑے ادب کے ساتھ دست بردار ہوتا ہوں۔" نوجوان نے اس قسم کی دلیری سے کلام کرتے کہا جو خود اسے حیرت میں ڈالنے والی تھی۔

مسٹر ہیٹ فیلڈ کے سینہ میں غصہ کے جذبات اس زور سے بھڑک رہے تھے کہ منہ سے آواز مشکل سے نکل سکتی تھی۔ اس نے بدقت کہا۔ "چارلس تم جانتے ہو اس [illegible]

ہیں تمہارا طرزِ عمل ایک کمینہ اور پاجی شخص کا ہے۔ کیا تم اپنی نسبت لوگوں کی زبانی یہ سننا چاہتے ہو۔ کہ جس نوجوان سے اتنی بڑی امیدیں وابستہ تھیں۔۔"

"امیدیں؟ ۔۔ کس کو؟" نافرمانبردار بیٹے نے غصہ میں بھر کر پوچھا۔ کیونکہ اب اپنی حقیقی یا فرضی شکایات کی بنا پر اس کے اندر بھی جوش غضب پیدا ہو گیا تھا ناظرین کو معلوم ہے کہ وہ اب تک یہی سمجھے ہوئے تھا۔ کہ میرے والدین نہ صرف پیشتر مجھ سے بدسلوکی کرتے رہے ہیں۔ بلکہ اب بھی کر رہے ہیں۔

"کس کو؟" مسٹر ہیسٹ فیلڈ نے بیٹے کے لہجہ الفاظ اور اطوار سے سخت پریشان ہو کر کہا۔ "ظاہر ہے۔ کہ ایسی امیدیں تمہارے اپنے والدین کے سوا اور کسے ہو سکتی تھیں؟"

"میرے والدین!" چارلس نے طنز آمیز طریق پر کہا۔ "سب سے پہلے میرے والدین یہ تو کہیں وہ مجھے علانیہ طور پر اپنا بیٹا کیوں تسلیم نہیں کرتے۔ اور میرے متعلق اپنی ولدیت کو تسلیم کرنے سے کیوں ہچکچاتے ہیں؟ کیا یہ امر واقعہ نہیں ہے کہ مجھے اپنی ولدیت کا علم محض اتفاقیہ طور پر ہو گیا۔ اور کیا اگر وہ واقعہ پیش نہ آتا۔ تو میرا اب تک لاعلمی میں ہی رکھا جانا تجویز کیا ہوا نہ تھا؟"

"اوہ! اے خدا! کیا یہ میرے اپنے گناہوں کا بدلہ ہے؟" مسٹر ہیسٹ فیلڈ نے سخت پریشان ہو کر آگے کو جھکتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے منہ کو چھپا کر کہا

عین اس وقت کمرہ کا دروازہ کھلا اور لیڈی جارجیانہ جس کا چہرہ لاش کی طرح زرد تھا۔ اور جس کے اعضا اس طرح کانپ رہے تھے۔ کہ اس کے لئے سیدھا کھڑا ہونا بھی غیر ممکن تھا۔ کمرہ کے اندر داخل ہوئی

دسترخوان پر لیڈی فرانسس سے متعلق چارلس کے اطوار کو بدلا ہوا دیکھ کر وہ سخت پریشان ہو گئی تھی۔ اور بعد از ان شش و پنج کی حالت کو ناقابل برداشت پا کر اس خیال سے لائبریری کی طرف آئی۔ کہ باپ بیٹے میں کوئی ناگوار بحث نہ شروع ہو گئی ہو۔ مگر جس وقت دروازہ کے قریب پہنچی۔ تو وہاں اس نے چارلس کو بلند آواز سے تلخ لہجہ میں وہ الفاظ کہتے سنا۔ جو سطور بالا کے آخری حصہ میں درج کئے گئے ہیں۔ وہ خوفناک سوالات جو وہ اپنے والد سے پوچھ رہا تھا تو لیڈی ہیسٹ فیلڈ کو غش آنے

اُس سرد مہری کے سلوک کو یاد کیا۔ جو چارلس نے دستر خوان پر لیڈی ہائیفرانسس کے ساتھ کیا تھا۔ تو اُس نے سمجھ لیا۔ کہ ضرور اسے کسی دوسری جگہ محبت ہو چکی ہے۔

بیٹے کی طرف متوجہ ہو کر اور غور سے اُس کے چہرہ کی طرف دیکھتے ہوئے اُس نے کہا "چارلس کیا تمہیں کسی اور عورت سے محبت ہے؟"

نوجوان کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اور اُس کے منہ سے چند ناقابل فہم کلمات نکلے مگر اس کے والد نے جلدی ہی قطع کلام کر کے کہا "اب ہم نے اصلیت معلوم کر لی۔ مگر میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ تم نے کسی ایسی جگہ دل نہ دیا ہو گا۔ جس کے لئے تمہیں شرمسار ہونا پڑے پس اگر وہ عورت جس سے تمہیں محبت ہے۔ ہر لحاظ سے تمہارے لائق ہے۔ تو پھر تمہیں اُس کا نام ظاہر کرنے میں تامل کیوں ہے؟"

"چارلس تم خاموش کیوں ہو؟ کیوں اپنے باپ کے سوال کا جواب نہیں دیتے" لیڈی جارجیانہ نے بیٹے کو دوسری طرف رخ بدلتے ہوئے دیکھ کر التجا کے لہجہ میں کہا۔

اب اُس جوان کے دل میں پھر ایک بار خود سرانہ خیالات پیدا ہونے لگے۔ اُسے اس بات سے سخت رنج ہوا کہ مجھ سے اس قسم کے سوالات اُن والدین کی طرف سے پوچھے جا رہے ہیں جنہوں نے اس وقت تک مجھے اپنا بیٹا تسلیم نہیں کیا تھا۔ حتیٰ کہ مجھے اتفاقیہ طور پر اس راز کا علم ہو گیا۔ اور جو اب بھی مجھے میرے جائز حقوق سے محروم رکھتے ہیں اس کے علاوہ میری عمر اب پچیس سال کی ہے۔ اور یہ عمر ایسی نہیں تھی کہ مجھ سے بچوں کی طرح سلوک کیا جائے۔ ایک بڑی وجہ اسے ناراض کرنے کی یہ بھی ہوئی۔ کہ بارہ کا عمل ہو چکا تھا اور وہ نہیں چاہتا تھا۔ کہ پرڈیٹا کے پاس وقت مقررہ سے ایک لمحہ بھی دیر کر کے پہنچے۔

اُسے خاموش دیکھ کر مسٹر ہیٹ فیلڈ نے اُس کے پاس جا کر دوبارہ کہا "چارلس تم کس لئے خاموش ہو۔ کیوں ہمارے سوالات کا جواب نہیں دیتے۔ کیا باعث ہے۔ تم اپنے والدین سے حقارت کا سلوک کرتے ہو؟"

چارلس سے اب ضبط نہ ہو سکا اور وہ جھلا کر کہنے لگا "پہلے آپ مجھے یہ بتایئے۔ کہ اُن والدین نے جن کے حقوق کو آپ اس درجہ فضیلت دے رہے ہیں۔ مجھے اپنا بچہ ظاہر کرنے میں بدسلوکی کیوں کی۔ اور کس لئے میری طرف سے تغافل برتا؟" پھر وہ بڑی تیزی کے ساتھ کہنے لگا "کیا وجہ ہے کہ اب بھی وہ دنیا کے سامنے مجھے بیٹا

حیثیت میں تسلیم نہیں کرتے ؟"

لیڈی جارجیانہ نے ایک ہلکی سی چیخ ماری۔ دونو ہاتھوں سے منہ کو چھپا لیا۔ اور نے بازی لیتی ہوئی پیچھے کی طرف کرسی پر جھک گئی۔

لیکن مسٹر ہیٹ فیلڈ نے جب بیٹے کو اس طرح جوش میں بھرا ہوا دیکھا تو اسے بھی طیش آ گیا۔ اور وہ کہنے لگا " چارلس تم بدسلوکی اور تغافل کا ذکر کرتے ہو۔ کیا یہ فرمانبردار بیٹوں کی سی باتیں ہیں ؟ میں پوچھتا ہوں کیا تم فرمانبردار بیٹے نہیں ہو ؟ اگر تم نافرمانی ہی پر آمادہ ہو۔ تو یاد رکھو ہم تمہیں اس عظیم دولت سے جو وقت پر تمہارے ورثہ میں آنے والی ہے محروم کر سکتے ہیں "

" آہ ! یہ دھمکیاں ! " نوجوان نے اپنے باپ کی طرف رنج اور غصہ کی ایسی نظر سے دیکھ کر کہا۔ کہ مسٹر ہیٹ فیلڈ بھی چونک گیا۔ اور اس کے بعد وہ تیزی سے قدم اٹھاتا کمرہ سے باہر چلا گیا۔

" ٹھیرو ٹھیرو " لیڈی جارجیانہ نے چارلس کے پیچھے دروازہ کی طرف بڑھتے ہوئے کہا مگر اس نے یا تو آواز کو سنا ہی نہیں یا اگر سنا تو اس کی پروا نہ کی۔ بیٹے کو اس طرح منہ پھیر کر جاتے دیکھ کر بدنصیب ماں فرط الم سے فرش زمین پر گر پڑی۔ جذبات کے ہجوم سے گلا رکا ہوا اور دل اس زور سے دھڑکتا تھا۔ گویا وہ ٹوٹنے کے قریب ہے۔

مسٹر ہیٹ فیلڈ نے آگے بڑھ کر اپنی بیوی کو فرش سے اٹھایا۔ اور ایک کرسی پر بٹھا کر اس سے تسلی بخش الفاظ کہنے لگا۔ آخر جب وہ ذرا سنبھلی۔ تو وہ دونو ہاتھ تشنجی انداز سے جوڑ کر اور اپنے شوہر کی طرف دردناک نگاہ سے دیکھ کر کہنے لگی " آہ ! یہ جو کچھ ہو رہا ہے۔ خواب ہے یا حقیقت ؟ "

" افسوس کہ یہ ایک خوفناک حقیقت ہے ! " مسٹر ہیٹ فیلڈ نے دلی رنج و کرب کے لہجہ میں کہا۔

" مگر اس کا مطلب کیا ہے ؟ " لیڈی جارجیانہ نے وحشت آمیز لہجہ میں کہا کیونکہ وہ اپنے بیٹے کے طرز عمل سے جو اس سے پہلے ہمیشہ اپنے والدین سے ادب و احترام کا سلوک کیا کرتا تھا سخت متعجب تھی۔

اس کے شوہر نے کہا " سر دست یہ ایک معما ہے جو قادر مطلق ہی حل کر سکتا

ہے۔ میں حیران ہوں۔ کیا اُسے زمانہ ماضی کے متعلق کچھ حالات معلوم ہو گئے ہیں یا اُن کی نسبت اُس کے دل میں کچھ شبہ پیدا ہو گیا ہے... مگر نہیں یہ غیر ممکن ہے اگرچہ اس کے ساتھ ہی میں دیکھتا ہوں۔ کہ جب سے اُسے اپنی ولدیت کا علم ہوا ہے تبھی سے اُس کی حالت بدلی ہوئی ہے کبھی وہ خاموش اور افسردہ نظر آتا ہے اور کبھی بدمزاج اور جلد باز۔ کبھی میں اُسے خوش و خرم دیکھتا ہوں اور کبھی سخت پریشانی کی حالت میں۔ بہر حال میں نے اسے اتنا گستاخ اور فرمانبردار جیسا وہ آج ثابت ہوا ہے۔ اس سے پیشتر کبھی نہیں دیکھا تھا۔"

لیڈی جارجیانہ بولی "میں خیال کرتی ہوں۔ کہ اُس کی پریشانی محض اس وجہ سے ہے۔ کہ ہم نے آج تک اُس کے متعلق اپنے صحیح رشتہ کو کیوں چھپائے رکھا۔ اور کچھ وہ اس وجہ سے بھی ناخوش ہے۔ کہ ہم اسے بیٹا تسلیم کر کے لوگوں کے سامنے اپنا ہمشیرزادہ ہی ظاہر کرتے ہیں۔"

"جو کچھ بھی ہو۔ یہ میرے اپنے گناہوں کا خمیازہ اور میری ابتدائی زندگی کی خطاؤں کی عبرتناک سزا ہے۔" مسٹر ہیٹ فیلڈ نے دونوں ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"میرے پیارے شوہر" لیڈی جارجیانہ نے اب تسکین کا فرض اپنے اوپر لیتے ہوئے کہا۔ "اس طرح غم و الم کو دل میں نہ آنے دو۔ ہمیں اُمید کرنی چاہیے۔ کہ وہ جلدی ہی اپنی آج کی نافرمانی پر پشیمان ہو جائیگا۔"

"افسوس کہ مجھے اس کے آثار اچھے نظر نہیں آتے۔" بدنصیب مسٹر ہیٹ فیلڈ نے کہا۔ "میرا دل گواہی دیتا ہے۔ کہ اس نے کسی کم حیثیت عورت سے تعلق پیدا کر لیا ہے لیکن بہر حال ہمیں اپنے رنج پر قابو پانا چاہیے۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا۔ کہ جھگڑے واقعہ کے اظہار سے اُسے یہ دل استحقر کو رنجیدہ ہونے کا موقعہ دوں۔"

لیڈی جارجیانہ فکرمند لہجہ میں کہنے لگی۔ "مگر سوال یہ ہے۔ کہ لیڈی فرانسس اور چارلس کے درمیان جو شادی طے پانیوالی تھی۔ اُس کے متعلق ہم کیا کہیں؟"

مسٹر ہیٹ فیلڈ نے جواب دیا "بے شک دسترخوان پر لیڈی فرانسس کے ساتھ چارلس کا سلوک نمایاں سرد مہری کا تھا۔ مگر اس کے متعلق ہم کوئی عذر پیدا کر لینگے اور پھر میں بہت جلد چارلس سے تنہائی میں مل کر اس مضمون پر سکون کے ساتھ تبادل

گفتگو کروں گا۔"

"اور اگر وہ کسی دوسری جگہ شادی کی تجویز ٹھیرا چکا ہو۔۔۔؟"

"یہ غیر اغلب ہے۔ کیونکہ معاملہ پر سکون کے ساتھ غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ابھی کل صبح اُس نے لیڈی فرانسس سے اظہار محبت کیا تھا۔ اس ایک دن کے عرصہ میں اُس کا دوسری جگہ شادی کا اقرار کر لینا عملی طور پر غیر ممکن ہے۔"

"افسوس! افسوس! یہ راز۔ جو مجھے سخت ہی پریشان کر رہا ہے"۔ لیڈی اجارجیانہ نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"ہاں سر دست یہ ایک راز ہی ہے۔ لیکن" مسٹر ہیٹ فیلڈ نے مصمم انداز سے تسلی کے لہجہ میں کہا۔ "لیکن میں جلدی ہی اُس کو حل کرنے کی کوشش کرونگا فی الحال اس کے متعلق کسی طرح کے قیاسات قائم کرنا فضول ہے۔"

سلسلہ ثانی کی چودہویں جلد ختم ہوئی

ایک ضروری گذارش

بہت اصحاب ایسے ہیں جنہوں نے فسانہ لندن کا صرف دوسرا سلسلہ ہی دیکھا ہے ایسے اصحاب سے ہمارا التماس ہے کہ وہ اس کتاب کے سلسلہ اول کا بھی ضرور مطالعہ کریں جسکی داستان ۱۷ جلدوں میں مکمل ہے اور جس کا مفصل اشتہار اس کے دوسری طرف درج کیا گیا ہے۔

اس حصہ نیز تیرہویں جلد میں ایک سے زیادہ موقعوں پر رچرڈ مارکہم کا جو ذکر آیا ہے اسکی دلچسپی سے وہی لوگ بہرہ اندوز ہو سکتے ہیں۔ جنہوں نے اس کتاب کا سلسلہ اول بھی دیکھا ہو۔ پس اگر آپکو کسی وجہ سے فسانہ لندن سلسلہ اول کی جلدیں دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تو اب وہ مکمل سٹ جس میں ۱۷ جلدیں ہیں ۸ روپے قیمت اور ۱۰ ار محصول ڈاک کل ۲ للعہ میں طلب کیجئے بہت ہی دلچسپ اور حیرت خیز داستان ہے۔ ملنے کا پتہ وہی:۔

لال برادرس ۷ پارسنز روڈ نولکھا لاہور

فسانہ لندن

سلسلہ اول

مکمل اُردو ترجمہ ۱۷ جلدوں میں

(از منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری)

رینالڈس کے ناولوں میں سب سے دلچسپ عبرت خیز سبق آموز ناول یہی ہے۔ فاضل مصنف نے اس میں نیکی اور بدی کے دو راستے متعین کئے ہیں اور دو نوجوان ایک ہی وقت میں ان دو سڑکوں پر ایک ہی منزل مقصود کامیابی کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ ایک کو دشوار گذار اور پُرشور مقامات سے گذرنا ہے مگر اس کے کنارے جابجا آسائشی فرودگاہیں موجود ہیں۔ دوسری بھی ڈھلوان اور بظاہر شاداب مگر چلنے والے کے لئے ہر قسم کے خطرات سے پُر ہے۔ مصنف یہ دکھانا چاہتا ہے کہ باوجود ہر قسم کی مصیبتوں کے نیکی کی شاہراہ ہی انسان کو منزل مقصود تک پہنچانے میں کامیاب ہوتی ہے۔

یہ اس ناول کا خاص پلاٹ ہے مگر جزوی طور پر اس قدر متنوع ایسے عجیب و غریب حیرت خیز کیریکٹر شامل کئے گئے ہیں کہ ان کو پڑھنا ہے مگر سیر نہیں ہوتا۔ اور ایک بار شروع کر کے ختم کئے بغیر طبیعت کو چین نہیں آتا۔ غضب کا دلفریب ناول ہے اور اس پر مصنف کی جادو بیانی اور سحر طرز تحریر نے غضب کر دیا ہے۔ نیکی اور بدی گناہ اور پاکبازی افلاس و تمول کے متعدد حیرت خیز نظارے پیش کئے ہیں۔ اس کتاب کا ترجمہ بڑی محنت سے کیا گیا ہے جو ہر لحاظ سے اصل عبارت کے مطابق ہے مگر پھر بھی ترجمہ معلوم نہیں ہوتا۔ سیکڑوں اسنادات خوشنودی وصول ہو چکی ہیں۔ ضخامت ۲۳۷۸ صفحوں سے زیادہ قیمت [illegible] محصول ڈاک ۱۰ جدا جدا حصے بھی طلب کئے جا سکتے ہیں۔ حصہ اول کی قیمت [illegible] اور باقی ہر حصہ کی ۱۲ علاوہ محصول ڈاک ہے۔

لال برادرس نے پارسنز روڈ نولکھا۔ لاہور

دو باتیں

یاد رکھنے اور اُن پر عمل کرنے سے آپ بیماری تکلیف و تشویش سے بچینگے

اول۔ امرت دھارا تقریباً اُن کل امراض کا جو عام طور پر گھروں میں۔ بوڑھوں۔ بچوں۔ جوانوں
مردوں یا عورتوں کو بلکہ مال مویشی کو ہوتی ہیں۔ حکمی علاج ہے اور لاکھوں استعمال کرنے والوں میں سے

۲۳ ہزار

کی یہ رائے ہے کہ امرت دھارا ہر وقت پاس رکھنی چاہیئے۔ امرت دھارا کی مشہوری دیکھ کر لوگوں
نے جو نقلیں شروع کر دی ہیں۔ وہ سخت امراض میں دھوکا دیتی ہیں۔ ہمیشہ اصل کو خرید کر پاس رکھنا
چاہیئے۔ مفصل حالات کے واسطے رسالہ امرت مفت منگوائیں۔ قیمت دو روپے آٹھ آنے۔ (چھوٹا)
نمونہ صرف ۸؍ ہے۔

دوم۔ امرت دھارا کے موجد کوی ڈنو وئید بھوشن پنڈت ٹھاکر دت شرما وئید تین طبی اخباروں کے
ایڈیٹر ہیں۔ تین درجن کے قریب مفید عام کتب کے مصنف ہیں اور آپ کی زیر نگرانی شمالی
ہندوستان کا سب سے بڑا اوشدھالیہ جس کی عمارت پر ۲ لاکھ روپیہ خرچ آیا ہے۔ چل رہا ہے۔
امرت دھارا کے علاوہ ۴ سو کے قریب دیگر ادویات تیار رہتی ہیں۔ آپ مریضوں کا نہایت
غور سے علاج کرتے ہیں۔ جہاں جس دوائی کی ضرورت ہو بھیجی جاتی ہے۔ آپ خفیہ امراض مرداں
و زناں کے بھی خاص معالج ہیں۔ اور ہزارہا انسان خط و کتابت کے ذریعہ سے علاج کروا کر پھر سے
نئی قوت حاصل کر چکے ہیں۔ نمونہ طبی اخبارات دیش اپکارک و وئید امرت فہرست طبی کتب
فہرست ادویات کارخانہ و رسالہ امراض مخصوصہ مرداں ارکا ٹکٹ برائے محصول ڈاک آنے پر
مفت بھیجے جاتے ہیں۔

المشتہر

منیجر کارخانہ امرت دھارا اوشدھالیہ۔ امرت دھارا بلڈنگس

امرت دھارا سٹرک۔ امرت دھارا ڈاکخانہ نمبر ۳۵۔ لاہور

رینالڈس کے دو معرکہ آرا ناول

ان کا ضرور مطالعہ کیجیے

اسرار حرم (ترجمہ لوز آف دی حرم) اس حیرت خیز ناول کے واقعات کا آغاز سلطان سلیم ثالث کے عہد سے ہوتا ہے

مصنف کا یہ فقرہ "ٹائمس" یہ کیا غضب ہے کہ ہر ایک باسفورس میں آئے دن ایک نہ ایک نئی لاش نظر آتی ہے" پڑھنے والے کو اسرار نہاں کی تفتیش پر آمادہ کرتا ہے۔ جو اس میں سب سے زیادہ دلچسپی کا ہے یہی راز معلوم کرنے کے واسطے شاہی خاندان کا ایک زبردست ممبر جس کا نام لوکس ہے جو بوقت ملاقات کے وقت خلیل معلوم ہوتا ہے بھیس بدل کر نکلتا ہے خلیل نے واقعات کا پتہ لگانے کے واسطے داستان گوئی کو اپنا پیشہ بنایا۔ اور اس سلسلہ میں یکے بعد دیگرے سات کہانیاں کہیں جن میں نہ صرف عثمان خاں بانی سلطنت ٹرکی کے زمانہ سے لیکر اس کے اپنے عہد تک کل حال آگئے۔ بلکہ کہانیوں کو زیادہ پرلطف بنانے کے واسطے ان میں حسن و عشق کے کرشمے بھی شامل کئے گئے ہیں۔ ۲۱۰ صفحے قیمت ع

طلسمات (ترجمہ پوپ جان) انگلستان کی ایک مس میجین کو بچپن میں علوم متداولہ کے بعد دینیات کا پیدا کرنیکا خیال پیدا ہوا۔ ایک پادری صحیفہ پر مرنے لگے بہتیرے باغ دکھائے مگر جب کسی طرح کامیابی نہ ہوئی۔ تو کہا چلو تحصیل علم کے لیے یونان چلیں وہ علم کی بھوکی تھی مردوں کا لباس بدل کر چل نکلی۔ ایتھنز کے مدرسۃ العلوم میں پہنچکر مذہب کی ساری کتابیں دیکھیں پھر پاپائے اعظم کی زیارت کے شوق میں روما کی سیر کرائی۔ آخر جب پوپ لیو چہارم نے آنکھیں بند کیں تو باتفاق رائے اسے (مرد سمجھ کر) پوپ منتخب کیا گیا۔ دو برس ۵ مہینے ۴ دن کی پوپ گری کے بعد ایک دن اسوقت جب گرجا کو بدستور مردانہ لباس میں کیساتھ جا رہی تھی خواہ مخواہ وضع حمل [illegible] نے افشانی کر کے راز فاش کر دیا۔ درد زہ اس شدت سے اٹھا کہ ضبط کرنے میں جان تک لڑانی پڑی اور بچہ دونوں سر بازار مر گئے۔ اس تاریخی ناول کا منظر ہسپانیہ اور اس کا زمانہ وہ ہے جب مسلمانوں کی حکومت کو اس ملک میں عروج تھا اور سلطان عبد الرحمٰن والئے ہسپانیہ کے حرم میں ہر سال کئی سو باکرہ عورتیں بطور خراج داخل ہوا کرتی تھیں۔ ۲۶۸ صفحے قیمت ع

ملنے کا پتہ: لال برادرس پبلشرز اور بک سیلرز ۲ پارسنز روڈ لکھنؤ

چانچ سٹیم پریس لکھنؤ میں باہتمام لالہ امید شرداس پرنٹر چھپا۔